لیلیٰ مجنوں

از

عاجز

(سنہ ۱۰۴۶ ھ مطابق ۱۶۳۶ ء)

مرتبہ
ڈاکٹر غلام عمر خاں
استاد شعبہ اُردو ، عثمانیہ یونیورسیٹی

۱۹۶۷

مقدمه

لیلیٰ مجنوں کا رومانی المیہ، جو عالمی ادب میں، جذبۂ محبت کی وقف شدگی اور وارفتگی کی چند مثالی داستانوں میں شمار ہوتا ہے، اردو شعر و ادب کے اولین دور ہی سے شاعروں کے فکر و فن کا موضوع بنا رہا ہے۔ سترھویں صدی کے نصف اول میں، جو محمد قلی قطب شاہ، وجہی اور غواصی کا زمانہ ہے، قدیم اردو کے دو شاعروں نے اسے اپنی مثنویوں کا موضوع بنایا۔ ایک احمد ہے، اور دوسرا عاجز۔ احمد کی مثنوی کے چند منتشر اوراق، اردوے قدیم کے نامور مورخ حافظ محمود خاں شیرانی کو دستیاب ہوے تھے، جس کا ذکر انہوں نے "پنجاب میں اردو" میں کیا ہے، اور چند اشعار کے اقتباسات بھی دیے ہیں۔ لیکن اب احمد کی مکمل مثنوی، اور اس کے متذکرہ اوراق دونوں ناپید ہیں۔ "پنجاب میں اردو" کے اقتباسات ہی، جو تا حال احمد کی متذکرہ مثنوی سے متعلق، قدیم اردو کے مورخوں کی معلومات کا واحد ماخذ ہیں، صرف اس قدر پتہ چلتا ہے کہ احمد کو محمد قلی قطب شاہ کے دربار میں رسائی حاصل تھی، اور بادشاہ کی فرمایش پر اس نے یہ مثنوی لکھنی شروع کی تھی۔ اور اگر قیاس کی بناء پر

یہ تسلیم کر لیا جائے کہ احمد کی لیلیٰ مجنوں عہد محمد قلی ہی
میں تکمیل پا چکی تھی ، تو یہ مثنوی سنہ ۱۶۱۲ ء سے قبل کی
تصنیف قرار پائے گی ، اور اس طرح اس موضوع پر اردو کی
پہلی تصنیف سمجھی جائے گی ۔ واضح رہے کہ احمد کے سنہ
وفات کے متعلق سوائے اس کے اور کوئی اشارہ نہیں ملتا کہ
« پھولبن » کی تصنیف سنہ ۱۶۵۵ ء سے قبل ، وہ وفات پا چکا تھا ۔

سترھویں صدی کے نصف اول کا دوسرا شاعر جس
نے لیلیٰ مجنوں کو اپنی مثنوی کا موضوع بنایا ھے عاجز ھے ،
جو دربار شاھی سے وابستہ نہیں تھا ، اور جس نے ایك شہادت
کے مطابق سنہ ۱۶۳ ء میں ، اور دوسری کے مطابق سنہ ۱۶۳ ء
میں اس مثنوی کی تکمیل کی ۔ عاجز کے حالات اور اس کی
دوسری تصانیف ، ہنوز پردۂ تاریکی میں ہیں ۔ لیکن بعض
شواہد سے اندازہ ہوتا ھے کہ یہ مثنوی ، قصے کی عام
دلچسپی اور اپنی ادبی دلکشی کی وجہ سے زمانۂ تصنیف
کے سالہا سال بعد بھی ، دکن کے علاقہ ھی میں نہیں ، بلکہ
دلی اور پنجاب میں بھی دلچسپی کے ساتھ پڑھی جاتی تھی ۔
حتیٰ کہ اس کی تصنیف کے تقریباً سوا سو سال بعد ، شاہ حاتم
اور مرزا مظہر کے عہد میں ، شمالی ھند کے ایك شاعر
میر احمد نے ، جب اسی موضوع پر مثنوی لکھی ، تو اس نے
عاجز کی مثنوی کو نشان راہ بنایا ؛ اور اس کے اشعار سے
دل کھول کر استفادہ کیا ۔

عاجز کی مثنوی کا ذکر سب سے پہلے مولوی

نصیر الدین ھاشمی نے کیا ھے ، جنھوں سنہ ۱۹۵۶ ء میں
کتب خانۂ سالار جنگ کے مخطوطات کی وضاحتی فہرست کی ترتیب کے
دوران ، اس کا ایك مخطوطه ملا تھا۔ چنانچه اس مخطوطے سے
متعلق وضاحتی نوٹ میں ھاشمی صاحب تحریر فرماتے ھیں :

" افسوس ھے کہ ھم عاجز کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔
اس سے قبل کسی مورخ ادب کو عاجز اور اس کی مثنوی
کا علم نہیں تھا "۔

سنہ ۱۹۵۸ ء میں جب ڈاکٹر زور صاحب نے ادارہ
ادبیات اردو کے مخطوطات کی چوتھی فہرست مرتب کی تو انھوں
نے عاجز کی مثنوی کے ایك اور مخطوطے کا سراغ دیا۔
آج سے ڈیڑھ سال قبل جب راقم نے ڈاکٹر مسعود حسین خان
صاحب کے مشورہ سے اس مثنوی کو مرتب کرنے کا ارادہ
کیا ، تو اس مثنوی کے کسی اور مخطوطے کا علم نہیں تھا۔
لیکن مرتب کرنے کے نقطۂ نظر سے جب چھان بین کی گئی
تو ھندوستان کے مختلف کتب خانوں اور خانگی ذخیروں میں
اس کے اور چار نسخے نکل آئے۔ ڈاکٹر مسعود صاحب
نے اپنی تحریری یاد داشتوں کے حوالے سے بتایا کہ کتب خانۂ
جامع مسجد بمبئی میں اس نام کی ایک مثنوی ملتی ھے۔
چنانچہ میں نے بمبئی کے متذکرہ کتب خانہ سے اس مخطوطے
کو نقل کیا۔ پھر انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے کتب خانہ
میں ایك اور مخطوطے کی موجودگی کا علم ھوا ، اور سال
گذشتہ علی گڑھ پہنچ کر اس نسخے کی نقل بھی حاصل

کی ۔ ! کتب خانۂ جامعہ عثمانیہ کے مخطوطات میں ایک نسخہ ، اور مولوی جمال شریف صاحب (پی ایچ ڈی اسکالر علی گڑھ یونیورسٹی) کے ھاں بھی اس کے ایک نسخے کی موجودگی کا پتہ چلا ۔ اس طرح جملہ چھ مخطوطات کا سراغ لگا ۔ اور یہ تمام نسخے عاجز کی پیش نظر مثنوی کی تہذیب وترتیب ، اور اس کے متن کو متعین کرنے میں مرتب کے پیش نظر رھے ھیں ۔ ان چھ نسخوں کو ایڈٹنگ کے دوران، حوالوں کی سہولت کی خاطر ، میں نے (الف) ، (ب) ، (ج) ، (د) ، (ی) . اور (ف) سے موسوم کیا ھے ۔ ان مخطوطوں کی ضروری تفصیل اگلے صفحات میں ملے گی ۔

مصنف اور سنہ تصنیف

لیلیٰ مجنوں کے مصنف عاجز کے حالات زندگی پر گہری تاریکی کا پردہ پڑا ھوا ھے ۔ اردوے قدیم کا دکھنی عہد ، اردو ادب کی تاریخ کا تاریک زمانہ ھے ۔ اس دور کے ایسے متعدد کارنامے موجود ھیں جو صرف زبان کی قدامت کے اعتبار ھی سے نہیں ادبی نقطہ نظر سے بھی ، اردو شعر و ادب کی تاریخ میں قابل ذکر اور اھم مقام پانے کے مستحق ھیں ، لیکن ان کے مصنفین کے تخلص کے سوا ' کوی اور تفصیل ، ان کی حیات کے تعلق سے دستیاب نہیں ھوتی ۔

---

(۱) قدیم مخطوطات کی محتاط ایڈٹنگ کے سلسلے میں راقم کی رائے ھے کہ مخطوطہ کی نقل خود مرتب کو کرنی چاھئے یا پھر اس کا فوٹو حاصل کرنا چاھئے ۔

عاجز کے حالات زندگی کا پتہ چلانے ، اور اس مقصد کے لیے ، اسکی دوسری بڑی یا چھوٹی تصانیف کی تلاش میں جب چھان بین کی گئی، تو دکنی شعرا میں ، عاجز تخلص کرنے والے متعدد شاعرون کی موجودگی کا علم ہوا جن کی اہم یا غیر اہم تصانیف اور چیدہ چیدہ غزلیں ، مرثیے اور مخمس وغیرہ مخطوطات کے ذخیرون میں بکھرے ہوے ملتے ہیں ۔ ذیل میں عاجز نامی مختلف شاعرون کا ایک سرسری جائزہ پیش کیا گیا ہے ، جس سے لیلی مجنون کے مصنف کی شخصیت کا تعین کرنے میں مدد ملے گی ۔

عارف الدین خان عاجز: شعرائے دکن میں سب سے زیادہ معروف شخصیت عارف الدین خان عاجز کی ہے ، جو عہد آصف جاہی کے مشہور شاعر تھے ، اور مثنوی لال وگوھر کے مصنف ہیں ۔ انھون نے سنہ ۱۱۷۸ھ م سنہ ۱۷٦٤ء میں انتقال کیا ۔ اسلیے مثنوی لیلی مجنون سے انہیں کوئی تعلق نہیں ، جو سنہ ۱٦۳۰ء کے لگ بھگ کی تصنیف ہے ۔

محمد علی عاجز ، یا سید محمود عاجز: ایک مشہور دکنی مثنوی ملکہ مصر کا مصنف ہے ۔ اس شاعر کے نام ، اس کی تصنیف ، اور اس کے سنہ تصنیف کے متعلق ، قدیم اردو کے متعدد مورخین نے مختلف اور متضاد خیالات ظاہر کیے ہیں ؛ ایک ہی تصنیف کو ، قصہ فیروز شاہ ، قصہ ملکہ مصر ، ملکہ شہزادی ، قصہ ملیکا کے مختلف نام دے کر انہیں مختلف مثنویاں قرار دیا ہے ۔ اور مصنف کو محمد علی عاجز ، سید محمد عاجز، سید محمود

عاجز اور محمود کے مختلف ناموں سے موسوم کیا ہے۔
راقم کو لیلی مجنوں کے مصنف کی شخصیت کے تعین کے سلسلے میں ، ان تمام مخطوطات کا بہ نظر غائر جائزہ لینے کا موقع ملا ہے ا۔ ملکہ مصر سنہ ۱۱۰۰ ھ م سنہ ۱۶۸۸ ء کی تصنیف ہے۔ شاعر نے ہر جگہ اپنا تخلص محمود بتایا ہے۔ البتہ مثنوی کے ابتدائی اشعار میں ایک جگہ اپنے لیے عاجز کا لفظ بھی استعمال کیا ہے ، جو لفظی معنوں میں ہے۔ اس لیے تخلص اور سنہ تصنیف ہر دو اعتبار سے « لیلی مجنوں » کے مصنف سے اس کا کوئی واسطہ نہیں۔

عاجز مصنف قصہ شاہ یمن : سالارجنگ اسٹیٹ لائبریری میں ایک ضخیم مثنوی قصہ شاہ یمن کا مصنف بھی کوئی عاجز ہے۔ لیکن خود شاعر کے بیان کے مطابق یہ مثنوی سنہ ۱۲۸۲ ھ م سنہ ۱۸۶۵ ء کی تصنیف ہے۔

عاجز مصنف « گل باصنوبر » : سالارجنگ لائبریری میں « گل باصنوبر » نامی ایک مثنوی کا مصنف بھی عاجز ہے۔ مثنوی سے اگرچہ سنہ تصنیف پر روشنی نہیں پڑتی ، لیکن اس کی زبان سے اندازہ ہوتا ہے کہ ولی کے بعد کے عہد کی تصنیف ہوگی۔ مولوی نصیرالدین ہاشمی کی رائے میں بھی یہ سنہ ۱۲۰۰ ھ کے بعد کی تصنیف ہے۔

عاجز مصنف « ابلیس نامہ » : ابلیس نامہ قدیم دکنی

---

(۱) یہ مثنوی بھی راقم الحروف کے زیر تدوین ہے۔ اس کے مصنف سے متعلق تفصیلی استدلال یہاں موجب طوالت ہوگا۔

نثر کی ایک مختصر کتاب ہے ۔ زبان سے اندازہ ہوتا ہے کہ عہد ولی یا اس سے کچھ قبل کی تصنیف ہو گی ۔ ہاشمی صاحب کا خیال ہے کہ سنہ ۱۱۰۰ ھ کے بعد کی تصنیف ہو سکتی ہے ۔ اس لیے قرین قیاس نہیں کہ یہ لیلی مجنوں کے مصنف کی تصنیف ہو گی ۔

نول سنگھ عاجز : دو ضخیم مثنویوں « جگت روپ » اور « عالم پناہ » کا مصنف ہے جس کے مخطوطے کتب خانہ آصفیہ میں ملتے ہیں ۔ لیکن نول سنگھ عہد آصفی کا شاعر ہے ، اور مہاراجہ چندولعل کے متوسلین میں سے تھا ۔

کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو کی ایک « بیاض میر جعفر علی » میں ۔ عاجز نامی کسی شاعر کی ایک غزل نقل کی گئی ہے ۔ یہ عہد ولی یا اس کے بعد کا کوئی شاعر ہو گا ۔ ہوسکتا ہے کہ وہ شمالی ہند کا شاعر ہو ۔

ایک عاجز کا مخمس بھی جو ۱۶ بندوں پر مشتمل ہے ، اسی بیاض میں ملتا ہے ۔ زبان سے اندازہ ہوتا ہے یہ وہی عاجز ہو گا جس کی غزل بھی صاحب بیاض نے نقل کی ہے ۔

کتب خانہ آصفیہ میں « مخمسات » کے عنوان سے ایک بیاض ملتی ہے ، جس میں کئی شعرا کے کلام سے مخمس جمع کئے گئے ہیں ۔ عاجز نامی ایک شاعر کا مخمس بھی اس میں موجود ہے ، زبان سے اندازہ ہوتا ہے کہ عہد ولی کے بعد کا کوئی شاعر ہو گا ، ویسے دوسرے اردو شعرا جن کا کلام اس بیاض میں ملتا ہے ، ان میں بیشتر ولی کے بعد

کے شعرا ہیں ۔

کتب خانہ آصفیہ میں « مجموعہ قصاید عربی و اردو » کے نام سے ایک بیاض ملتی ہے جس میں ایک نعتیہ قصیدہ عاجز نامی شاعر کا ہے ۔ اس کی زبان خاصی جدید ہے ۔ یہ گذشتہ صدی یا اس کے بعد کے کسی شاعر کا کلام ہو سکتا ہے ۔

عبد اللطیف عاجز : ہاشمی صاحب کی فہرست مخطوطات کتب خانہ سالار جنگ کے مطابق ایک مثنوی « جنگ نامہ » کسی عبد اللطیف عاجز کی تصنیف ہے ۔ یہ مثنوی ، حقیقت میں جنگ نامہ نہیں ، بلکہ حضرت فاطمہ کی حیات اور ان کی وفات کی تفصیلات پر مشتمل ہے ۔ شاعر نے اپنا نام عبد اللطیف بتایا ہے ۔ لیکن یہ امر مشتبہ ہے کہ عاجز اس کا تخلص ہے یا لفظی معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔ سنہ تصنیف کا پتہ نہیں چلتا ، ہاشمی صاحب کی رائے میں سنہ ۱۲۰۰ ھ کے قریب کی تصنیف ہے ۔ راقم کے خیال میں بھی یہ بارھویں صدی ہجری کے اواخر کی تصنیف ہوگی ۔

مندرجہ بالا مواد کی روشنی میں راقم کا خیال ہے کہ " لیلی مجنوں " کا مصنف ، عاجز تخلص کرنے والے متذکرہ شاعروں کے علاوہ کوئی اور شخصیت ہے ۔ غالباً شعرائے دکن میں ، عاجز تخلص کرنے والوں میں ، وہ قدیم ترین شاعر ہے ۔

بہ حالت موجودہ عاجز کے حالات زندگی کے متعلق کوئی قیاس آرائی ، صرف ان سرسری اور اُچٹتے ہوئے

اشاروں کی مدد سے ممکن ہے ، جو خود اس کی مثنوی میں ملتے ہیں ، عاجز کا ایک شعر جس کی بنا پر مولوی نصیر الدین ہاشمی اور ڈاکٹر زور نے ، عاجز کے مرشد کے تعلق سے ، مختلف رائیں قائم کی ہیں ، یہ ہے :

مدد پاک پنجتن و بارا امام   مدد پیر میران منزہ مقام

ہاشمی صاحب اور ڈاکٹر زور دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ « پیر میراں » سے عاجز کا اشارہ اس کے پیر کی طرف ہے ، اس خصوص میں ہاشمی صاحب نے مثنوی کے سنہ تصنیف سنہ ۱۰٤٦ ھ کو پیش نظر رکھتے ہوے تحقیق کے بعد جو نتیجہ اخذ کیا ہے وہ یہ ہے :

دکن میں شاہ میراں کے نام سے تین بزرگ گزرے ہیں - ایک شاہ میراں وہ ہیں جو شاہ امین الدین اعلیٰ کے مشہور خلیفہ ، خداوند هادی کے مرید اور خلیفہ بھی تھے - انہوں نے سنہ ۱۱۲۵ ھ میں حیدر آباد میں وفات پائی - چونکہ یہ زمانہ ما بعد کے ہیں اسلیے خارج از بحث ہیں - دوسرے بزرگ بیجاپور کے مشہور شاہ میراں جی شمس العشاق ہیں ؛ اور تیسرے سید میراں حسینی الحموی ہیں ، جو سلطان محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں حیدر آباد آے ، اور یہیں مقیم ہوگئے - سنہ ۱۰٤۹ ھ میں انہوں نے وفات پائی ۱ - اس لیے ہاشمی صاحب کا خیال ہے « چونکہ عاجز کی مثنوی

---

(۱) دکن میں اردو ، چھٹا ایڈیشن ، ص ۱۱۱ ، اور دکنی کے چند تحقیقاتی مضامین ، ص ۱٤۲ ۔

سنہ ۱۰۴۰ ھ میں تصنیف ہوی ہے ، اس لیے گمان غالب ہے کہ یہی بزرگ سید میران حسینی الحموی ا عاجز کے ممدوح ہیں » ۔

عاجز کے متذکرہ بالا شعر کی بنا پر ڈاکٹر زور صاحب کی تحقیق حسب ذیل ہے :

« شاعر نے جن پیر میران کا ذکر کیا ہے وہ بیجاپور کے مشہور صوفی شاعر شاہ میران جی شمس العشاق ہیں ، جو شاہ برہان الدین جانم کے والد ، اور دکن کے ایک بڑے سلسلہ تصوف و شعر و ادب کے بانی تھے ، ان کے پوتے شاہ امین الدین اعلی کی متعدد کتابیں ادارے میں موجود ہیں » ۲ ۔

شاہ میران جی شمس العشاق نے عام روایت کے مطابق

---

(۱) یہ بزرگ جو عام طور پر شاہ ابدال کے نام سے مشہور تھے ، سلطان محمد قلی کے عہد میں حیدر آباد آے ، اور قلعہ گولکنڈہ کے قریب ایک مسجد میں فروکش ہوے ۔ روایات کے مطابق ان کی بعض کرامات سے متاثر ہوکر استقلال خان ان کا مرید ہو گیا ، اور اسی کی درخواست پر انہوں نے حیدر باد میں اقامت اختیار کی ، اور ملکاپور (ضلع حیدر آباد) کو اپنا ٹھکانا بنایا ۔ سنہ ۱۰۴۹ ھ م سنہ ۱۶۳۹ ء میں انہوں نے وفات پائی ۔ قبر گولکنڈہ کے قریب لنگر حوض کے کنارے واقع ہے ۔ ان کا شجرہ نسب حضرت عبد القادر جیلانی سے ملتا ہے ۔ (محبوب ذی المنن ، تذکرۂ اولیاے دکن ، حصہ دوم ، ص ۸۶۲) ۔

(۲) تذکرہ مخطوطات ادارہ ادبیات اردو ، جلد چہارم ، ص ۱۱۳ ۔

سنه ۹۰۲ ھ م سنه ۱۴۹۶ ء میں وفات پائی ۔ گویا عاجز کی مثنوی کی تصنیف سے دیڑھ سو برس پہلے ان کا انتقال ہو چکا تھا ۔ اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ عاجز کو اس سلسلے میں بیعت تھی ، تو وہ شاہ امین الدین اعلی ، یا ان کے کسی خلیفہ کا مرید ہوگا ، اور ایسی صورت میں شاہ امین جیسے معروف ومشہور صاحب دل بزرگ کو جن سے اس کا تعلق ، راست یا بہت قریب کا ہونا چاہئیے ، نظر انداز کر کے ، شمس العشاق کو اپنا ممدوح قرار دینا زیادہ قرین قیاس نہیں معلوم ہوتا ۔

« پیر میراں » سے شاعر کا اشارہ حضرت عبدالقادر جیلانی کی طرف بھی ہوسکتا ہے ۔ دکن کے اکثر و بیشتر شعرا ، اپنی تصانیف کے آغاز میں حمد و نعت کے بعد ، بڑے التزام اور احترام کے ساتھ ، حضرت عبدالقادر جیلانی کی خدمت میں خراج عقیدت پیش کرتے ہیں ۔ اور حضرت عبدالقادر جیلانی کے لیے « پیر میراں » اور « میر میراں » کا لقب ، ان کے ہاں عام طور پر رائج ہے ۔ چنانچہ غواصی اپنی مثنوی مینا ستونتی کے ابتدائی اشعار میں حمد و نعت اور خلفائے راشدین کی مدح کے بعد کہتا ہے :

شہیداں میں سرور ، حسین و حسن
حسن بعد ازاں پیر میراں رتن
محی الدین معشوق جس کا ہے ناؤں
ولیاں جس قدم کا لے کر نو چھاؤں

عاجز کا زیر بحث شعر اس مثنوی کے پانچ مخطوطوں میں ملتا ہے دوسرا مصرعہ،

مدد پیر میران منزہ مقام

(الف)، (ج) اور (ی) میں یکساں ہے۔ لیکن مخطوطہ (ب) میں "پیر میران" کے ساتھ "محی الدین" کی صراحت بھی ملتی ہے۔ شعر ہے:

مدد پاک پنجتن و بارا امام

مدد پیر میران، محی الدین سام

مخطوطہ (د) میں یہ مصرعہ یوں ہے:

"مدد پیر میران ہے مجھ پر مدام"

شعر کے ایک مصرعہ میں "پنجتن پاک" اور بارہ امام" کے فوراً بعد دوسرے مصرعہ میں شاہ میران جی یا کسی اور بزرگ کے مقابلے میں حضرت عبد القادر جیلانی کا ذکر زیادہ قرین قیاس بھی معلوم ہوتا ہے، پھر "منزہ مقام" کی صفت بھی شاید عام عقیدہ کے مطابق، حضرت عبد القادر جیلانی کی ذات سے زیادہ منسوب کی جاتی ہے۔

ڈاکٹر زور صاحب نے عاجز کو، شاہ میران جی شمس العشاق کی نسبت سے بیجاپور کا شاعر قرار دیا ہے اور ہاشمی صاحب نے میران حسینی الحموی کے تعلق سے گولکنڈہ کا شاعر ٹھہرایا ہے۔ راقم کا خیال ہے کہ اگر ... کا اشارہ، حضرت عبد القادر جیلانی کی طرف ... تو عاجز کی زبان، اور اس کے ذخیرۂ الفاظ کے

سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ گولکنڈہ اسکول کا شاعر ہوگا۔ عاجز کے معاصر بیجاپوری اسکول کے شعرا کی زبان، بعموم سخت دشوار ہوتی ہے، اور پراکرت اصل کے الفاظ، گولکنڈہ کی زبان کے مقابلے میں، ان کے ہاں کثرت سے [illegible] ہیں۔

قدیم دکنی اسکول کے وہ شعرا جنھیں دربار شاہی میں رسائی حاصل تھی یا وہ جو دربار میں رسائی کے آرزومند [illegible]، اپنی مثنویوں کے آغاز میں بادشاہ وقت کی مدح میں کچھ نہ کچھ اشعار ضرور شامل کرتے ہیں۔ لیکن عاجز کی مثنوی میں بادشاہ وقت کے متعلق کوئی اشارہ بھی نہیں [illegible]۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عاجز کو دربار شاہی سے کوئی [illegible]طہ نہ تھا۔ مثنوی میں ایک سے زائد مقامات پر اس نے [illegible]کی ہے کہ خدا اس کے گناہوں کو معاف کرے اور اس کی [illegible]ت بخیر کرے۔ اس قسم کے اشعار کے بار بار اعادہ سے [illegible]خیال ہوتا ہے کہ شاعر گہرے مذہبی رجحانات کا آدمی ہوگا۔ اور شاید اس مثنوی کی تصنیف کے وقت معمر یا ڈھلتی ہوئی عمر کا آدمی ہو۔ مثنوی کے متن میں متعدد مقامات پر قرآن اور [illegible]ت کے حوالوں سے اندازہ [illegible]
[illegible]ول علوم کے نقطہ نظر [illegible]
تھا۔ مثنوی میں حمد و نعت [illegible]
[illegible] ہے شاید وہ سید زادہ ہو [illegible]
[illegible] احسن تمام حسین شاہ شہیداں [illegible]

انو بعد برحق ہیں بارا امام ہے بیری مریدی انو نے تمام
ہے عاجز اسی خاندان کا گدا انو دوستی جیو کروں سب فدا

مندرجہ بالا قیاسات کے دھندلکے میں ، عاجز کی شخصیت کے متعلق یہ بات یقینی ہے کہ وہ محمد قلی قطب شاہ ، وجہی اور غواصی کا معاصر ہے ۔ اور عبداللہ قطب شاہ کے عہد کے اوائل میں اس نے یہ مثنوی تصنیف کی ۔

لیلی مجنوں کے سال تصنیف کا ذکر مثنوی کے چھ مخطوطوں کے منجملہ چار مخطوطوں میں ملتا ہے ۔ نسخہ (الف) کے مطابق ۔ اس کا سنہ تصنیف سنہ ۱۰۴۰ ھ ہے ۔ شعر جس سے اس تاریخ کی صراحت ہوتی ہے یہ ہے :

ہزار ہور چہل تھے یو ہجرت کے سال
ہوے پر کیا مجنوں لیلی کا حال

اگر اس سنہ تصنیف کو تسلیم کر لیا جائے تو یہ مثنوی وجہی کی « سب رس » سے پانچ سال قبل کی تصنیف قرار پاتی ہے ۔ لیکن مخطوطات (ب) ، (ج) اور (د) میں سنہ تصنیف سے متعلق اشعار میں ، علی الترتیب یہ اختلافات ملتے ہیں :

(ب) ہزار ہور چہل شش یو ہجرت کے سال
ہوے پر کیا مجنوں لیلی کا حال
(ج) ہزار ہور چہل تھے ہجرت کے سال
ہوے پر کیا لیلی مجنوں کا حال
(د) ہزار ہور چہل شش تھے یو ہجرت کے سال
ہوے پر کیا لیلی مجنوں کا حال

چاروں مخطوطوں کے دوسرے مصرعہ میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔ اس مصرعہ کی مناسبت سے، صرف مخطوطہ (ب) کا پہلا مصرعہ، قواعد کے نقطہ نظر سے دوسرے مصرعہ کی پوری طرح تکمیل کرتا ہے۔ اور اس نسخے کے مطابق سال تصنیف سنہ ۱۰٤٦ھ ہے۔ دوسری طرف نسخہ (الف) کے متعلق راقم کی رائے ہے کہ قدامت زبان اور صحت متن کے اعتبار سے بہ حیثیت مجموعی یہی مخطوطہ زیادہ قابل بھروسہ ہے۔

بہ حالت موجودہ جب کہ ان دو سنین میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کی کوئی واضح اور معقول وجہ موجود نہیں ہے، مخطوطات (ب)، (ج) اور (د) کا متفقہ سنہ تصنیف سنہ ۱۰٤٦ھ م سنہ ۱۶۳۶ء قابل قبول معلوم ہوتا ہے۔

مثنوی کا ماخذ

لیلی مجنوں کی داستان محبت صدیوں سے عربی فارسی اور ترکی ادبیات کا محبوب موضوع بنی رہی ہے۔ عام روایات کے مطابق مجنوں کی سرگذشت قیس ابن الملوح نامی ایک شخص سے منسوب کی جاتی ہے، جو قبیلہ بنو عامر کا نوجوان تھا۔ لیلی اسی قبیلے کے ایک شخص سعد کی بیٹی تھی۔ قیس کی سنہ وفات سنہ ۸۰ھ بتائی جاتی ہے۔ لیکن اسلامی تاریخ وادب کے قدیم مورخین، جن میں اغانی، ابن خلکان اور ابن خلدون جیسے مشاہیر شامل ہیں، کا خیال ہے کہ مجنوں صرف ایک افسانوی کردار ہے اور اس کا کوئی تاریخی

وجود نہیں پایا جاتا ۔ کلبی کا ادعا ھے کہ مجنوں کی داستان، اور وہ اشعار جو اس سے منسوب کیے جاتے ھیں، بنی امیہ کے عہد کے کسی ذھن کی تخلیق ھیں ۔ مختلف عہد کے شعرا نے اس واقعہ محبت کے اطراف جو طرح طرح کی حاشیہ آرائیاں کی ھیں، ان سے قطع نظر کی جائے تو اصل قصہ اس قدر رہ جاتا ھے کہ قیس کی ملاقات لڑکیوں کی ایک جماعت میں لیلی سے ھوی، اور پہلی نگاہ میں وہ اس کا گھایل ھوگیا، اور اپنے اونٹ کو ذبح کرکے ان لڑکیوں کی ضیافت کی، لیلی نے اس کے جذبۂ شوق کی پذیرائی کی، لیکن لیلی کے باپ نے اسے قیس سے بیاھنے سے انکار کردیا، بعد کو وہ ورد بن محمد العقیلی نامی کسی شخص سے بیاہ دی گئی، قیس کو اس ناکامی کا ایسا صدمہ ھوا کہ وہ دیوانوں کی طرح، نیم برھنہ حالت میں، شب و روز نجد کی گھاٹیوں میں گھومتا پھرتا تھا اور شعر کہہ کر اپنے جذبۂ غم کی تسکین کرتا تھا، گاھے گاھے اسے لیلی سے ملنے کے مواقع بھی حاصل ھوتے رھے، اسی وحشت و وارفتگی کے عالم میں اس نے وفات پائی ۱ ۔

صحرائے عرب کی یہ عوامی کہانی، فارسی کی رومانی شاعری کا ایک دلچسپ موضوع بن گئی، پھر ایرانی ذھن نے عربوں کی گوشت پوست کی محبت کے اس واقعہ میں تصوف کا پہلو بھی ڈھونڈ نکالا سب سے پہلے نظامی گنجوی

---

(۱) رینالڈ ۔ اے ۔ نکلسن، انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ۔

کے مشہور «خمسہ» میں اس نے ادبی شکل اختیار کی؛ لیلی مجنوں، خمسہ نظامی کی تیسری داستان ہے۔ پھر اس عنوان سے جو متعدد مثنویاں وغیرہ لکھی گئیں، ان میں فارسی میں۔ امیر خسرو، جامی، اور ہاتفی۔ اور ترکی زبان میں حمدی کے کارنامے، ادبی اعتبار سے قدر اول کی چیز سمجھے جاتے ہیں۔

ہاتفی کی مثنوی «لیلی مجنوں» جو عاجز کے بیان کے مطابق اس کی مثنوی کی بنیاد ہے، سنہ ۹۲۷ھ م سنہ ۱۵۲۰ء کی تصنیف ہے۔ عبداللہ ہاتفی، فارسی کے نامور شاعر جامی کے خواہر زادے تھے۔ ان کی مثنوی کے چار مخطوطے سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری میں موجود ہیں اور راقم کی نگاہ سے گزرے ہیں۔

مثنوی کا ادبی جائزہ

عاجز کی مثنوی ہاتفی کے قصے پر مبنی ضرور ہے، لیکن اسے ہاتفی کی مثنوی کا ترجمہ نہیں کہا جاسکتا۔ جہاں تک قصے کے واقعات کا تعلق ہے عاجز نے ہاتفی کے قصے کو نشان راہ بنایا ہے، لیکن بیان میں اختصار عاجز کی مثنوی کی نمایاں خصوصیت ہے۔ اکثر مقامات پر جہاں کسی واقعہ کی تفصیل، ہاتفی کے ہاں بیس پچیس اشعار میں بیان ہوئی ہے، عاجز نے بالعموم اسے دو چار اشعار میں پیش کیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ عاجز کی مثنوی میں قصہ تیزی سے حرکت کرتا ہے، جب کہ ہاتفی کی مثنوی میں، فارسی شاعری کی

عام روایات کے مطابق ، جزئیات نگاری اور لفظی اور معنوی صنعت کاری ، کہیں شاعری کے حسن میں ازدیاد کا باعث ہوتی ہے ؛ تو کہیں دور از کار تخیل (Fantasy) اور صنائع وبدائع کی ریزہ کاری کی نمائش ، اکتاهٹ کا سامان پیدا کر دیتی ہے ۔ قصے کی تیزی کے ساتھ حرکت ، قدیم دکنی اسکول کی مثنویوں کی ایک عام خصوصیت ہے ۔ جو اس دبستان شاعری کی دو بنیادی خصوصیات ، حقیقت پسندی اور سادگی ، کی پیداوار ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عاجز کو اپنے عہد کے ادبی مذاق کا پورا شعور تھا ، کیونکہ ہاتفی کی مثنوی کا اتباع کرنے کے باوجود ، اس نے کسی ایک واقعہ یا کیفیت کی طولانی تشریح کرنے ، یا کسی مقام پر قصے میں تعطل پیدا کرنے ، الفاظ کی صنعت کاری ، اور تخیل کی جولانیوں کا مظاہرہ کرنے کے رجحان سے گریز کیا ہے ۔

عاجز نے اگرچہ اکثر وبیشتر صورتوں میں ہاتفی کے قصے کے واقعات کی ترتیب وار پابندی کی ہے ، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس موضوع پر دوسری مشہور مثنویاں ، اور شاید لیلی مجنوں سے متعلق مقبول عام لوک کہانیاں بھی اس کے پیش نظر رہی ہیں ، جن سے اس نے آزادانہ طور پر استفادہ کیا ہے ۔ مثال کے طور پر ، قصے کے آغاز میں ، عاجز نے قیس کے باپ کو ایک بادشاہ ، اور لیلی کے باپ کو شہر کا بڑا تاجر اور بادشاہ کا مصاحب بتایا ہے ؛ لیکن ہاتفی کی مثنوی کے مطابق قیس کا باپ عرب کا ایک

رئیس ہے ، اور لیلی کے باپ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔
عاجز کے بیان کے مطابق قیس اور لیلی کی مائیں ایک دوسرے
کی ہمراز سہیلیاں تھیں ، اور مل جل کر وقت گزارتی تھیں ،
چنانچہ زمانہ طفولیت ہی سے قیس کو لیلی سے انس پیدا
ہو چلا تھا ، اور مکتب کے زمانہ میں یہی انس محبت
میں تبدیل ہو گیا ۔ لیکن ہاتفی کی مثنوی میں ، لیلی کے کردار
سے پہلی بار مکتب میں تعارف ہوتا ہے ۔ گو کہ آغاز شباب
کے زمانے میں ان دونوں کو ایک دوسرے سے ملنے
کا اتفاق ہوا ۔

اسی طرح ہاتفی کی مثنوی کے بعض مقامات ایسے
ہیں ، جنہیں عاجز نے نظر انداز کردیا ہے ۔ مثلاً ہاتفی کے
ہاں مجنوں کے ایک خواب کی تفصیل ملتی ہے ۔ اس نے
خواب میں دیکھا کہ لیلی اسے ایک گلدستہ پیش کررہی ہے ،
.. آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حقیقتاً ایک گلدستہ اس کے
سامنے ہے ۔ یہ واقعہ قیس کی آتش شوق کو بھڑکانے کا
باعث ہوا ، اور پھر ایک بار لیلی کے دیدار کی تمنا میں وہ
شہر کی طرف چل پڑا ۔ عاجز کے ہاں اس طویل خواب کا
ذکر نہیں ملتا ، شاید ایک مصرعہ میں اسی خواب کی
طرف اشارہ ہے :

دیکھا دل کے درپن منے یار کوں

مثنوی کے اس مقام پر جہاں لیلی کے عالم فراق کا
ذکر ملتا ہے ، ہاتفی کی مثنوی میں ایک طویل باب «در تعریف

قبیلہ لیلی» کے عنوان سے ملتا ھے۔ اس میں لیلی کے قبیلے کی شان وشوکت ، خوش حالی ، اور پھر اس کی ماہ رو سہیلیوں کا ذکر ملتا ھے ، جو اس کے اطراف جمع ھوتی ھیں ، اور طرح طرح سے اس کا دل بہلانے کی ناکام کوشش کرتی ھیں ۔ عاجز نے اس باب کو بھی نظر انداز کر دیا ھے ۔

لیکن قصے کی تفصیلات میں ذیلی اختلاف اور انحراف کے باوجود ، عاجز نے ھاتفی کے قصے کے واقعات کی ترتیب وار پابندی ھی نہیں کی ، بلکہ اس کے اشعار سے استفادہ بھی کیا ھے ۔ عاجز کے ھاں بعض اشعار ایسے ملتے ھیں جو ھاتفی کے اشعار کا کم وبیش ترجمہ ھیں ۔ چند مثالیں ھاتفی اور عاجز کے اشعار کی ملاحظہ ھوں :

ھاتفی	عاجز
خجلت زدہ ام پدر زکارم	پدر مج نہ کم پند شرمسار ھوں
وز کردۂ خویش شرمسارم	زیاں کار تیرا گنہ گار ھوں
گوھر کہ رسید با خریدار	کرے دُر صدف میانے کئی دن مقام
زاں پس بہ صدف نہ باشدش کار	گراھک ملے پر صدف سوں نہ کام
گوھر کہ فتد بدست حکاک	پڑے ھات حکاک کے جیوں گُہر
از سفتن او کی آیدش باک	بغیر چھید امانت رھے کیوں گُہر
مردیم در انتظار رویت	تری انتظاری میں جیو کھوی ھوں
بردیم بخاک آرزو یت	یو لے آرزو خاک میں سوی ھوں

ایجاز واختصار ، اور الفاظ کی کفایت ، جو عاجز کے کلام کی نمایاں خصوصیت ھے ، اشعار کے ترجمے کی ایسی مثالوں میں

اور زیادہ واضح ہوجاتی ہے ۔ جہاں ہاتفی نے کسی خیال کو متعدد مصرعوں میں بیان کیا ہے، اور عاجز نے اسی مفہوم کو بڑی جامعیت کے ساتھ کم تر مصرعوں میں پیش کیا ہے ۔ دو ایک دلچسپ مثالیں ملاحظہ ہوں :

مشاطه تپ‌چو سرخی مرگ — مشاطا برہ سپر سے مکھ سنوار
ماید به آن رخ چه گلبرگ — ہو داماد آیا اجل خواستگار

آمد سوے آن بت حصاری
داماد اجل بخواستگاری

گفتش چه کسی واز کجای — پوچھا مجنوں، توں کون، کہہ کھول مج
کاید ز تو بوے آشنای — کہیا، میں پدر ہوں، نہیں فام تج ۔
گفتش، پدر تو ام، من زار — پدر کس کہیں سو نہیں مج کوں فام
وز بهر تو روز و شب به آزار — کیا ناؤں لیلیٰ کا دل میں مقام

مجنوں گفتش، بگو پدر چیست
غیر از لیلی کسے دگر نیست

ایسے مقامات جہاں عاجز نے ہاتفی کے اشعار کا پورا پورا مفہوم اپنی زبان میں منتقل کرنے کی کوشش کی ہے، اس نے اظہار کے ایسے سانچوں ۔ ایسی تشبیہوں، استعاروں اور تمثیلوں کو برتا ہے، جو ہندوستانی ذہن، اور قدیم دکنی کے مزاج سے مطابقت رکھتی ہیں ۔ ذیل میں فارسی سے، دکنی میں آزاد، فصیح اور رواں ترجمے کی بعض دلچسپ مثالیں ملاحظہ ہوں :

لیلی اپنے بیاہ کی تجویز کے خلاف احتجاج کرتے

ہوے کہتی ہے:

عاجز	ہاتفی
اسے دو میں تسرا انکھی میں کنکر	یك موزہ دو پاے را نہ حانست
چھری دو ی یك میان میا نےنہ دھر	یك زن بدوشوی کجا رواست

مجنوں اہل قبیلہ کی نصیحت و فضیحت کے جواب میں کہتا ہے:

و لیکن نہ تقدیر مج ھات میں	این شیفتگی بدست من نیست
نہیں دل ہے میرا مری بات میں	کس دشمن جان خویشتن نیست

مجنوں کا باپ اُسے صاحب دل فقیر کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ لیکن مجنوں اپنے حق میں، پیر کامل سے، صرف اس دعا کا طالب ہے:

نہ جاوے محبت لیلی کی مٹھی	تاحاں بودم دریں کہن دار
زیادہ ہوے دن بدن چٹ پٹی	باشد غم و درد لیلی ام یار

لیلی کی ماں اسے ملامت کرتی ہے:

دیوے باج اندھاراچھے کھرمیں سانج	باشد ہمہ ننگ و عار دختر
بُرا ہوت اپجنا بھلا اس تے بانج	خوش آنکہ نزاد او زمادر

جیسا کہ اشارہ کیا گیا، ایجاز و اختصار، اور الفاظ کی کفایت اس مثنوی کی نمایاں خصوصیت ہے۔ عاجز کے کلام کی یہ خصوصیت اکثر جگہ "گلزار نسیم" کی یاد دلاتی ہے۔ متعدد اشعار ایسے ملتے ہیں کہ ایك شعر میں سوال اور اس کے جواب دونوں موجود ہیں۔ اکثر مقامات ایسے ہیں کہ کوی ایك مصرعہ نظر سے چوك جاے، تو نصے

کا ربط سمجھ میں نہیں آسکتا ۔ عاجز بڑی روانی اور چابکدستی کے ساتھ، مختصر الفاظ کے اشاروں کی مدد سے، کسی واقعہ کی تفصیلات کو، پورے تاثر کے ساتھ پیش کرنے میں مہارت رکھتا ھے ۔ اس کی واقعہ نگاری کے نقشے، ایسے چابک دست مصور کی تصویر معلوم ہوتے ھیں جو صرف ادھورے اور آڑے ترچھے خطوط کی مدد سے، تصویر میں مطلوبہ تاثر پیدا کردیتا ھے ۔

جب قیس وحشت و جنون کے عالم میں پہلی بار گھر سے نکل کر صحرا میں کہیں غائب ہو گیا، تو ماں باپ نے جو جتن کیے، اور جو کچھ ان کے دل پر گزری، اسکی تفصیل، عاجز کے اجمالی بیان میں ملاحظہ کیجئے :

پدر آ دیکھیا گھر میں مجنوں نہیں
پوچھا، ھور کہیا پچھاڑی وھیں
اٹھا، باٹ جنگل کی لے کر چلیا
دیکھیا، ایک کنج میانے مجنوں ملیا
رکھیا پاؤں پر سیس، رونے لگیا
جلیا تھا سو جنگل بغیر مہٹوں بھگیا
کہیا کوں یو پند تج کون دیا
مرا ملک ھور تمھر غارت کیا
پوچھا مجنوں، توں کون، کہہ کھول مُج
کہیا میں پدر ہوں، نہیں فام تُج

پدر کِس کہیں، سونہیں مُج کوں فام
کیا ناؤں لیلی کا دل میں مقام

پدر سن کَہا، عشق محکم ہوا
بغیر ناؤں لیلی، نہیں اس دوا

کَہیا، چل، بلای ہے لیلی، تجے
بلانے کوں تج کوں سو بھیجی مجھے

سنیا قیس لیلی کے ناؤں کا حرف
پدر سات خوش ہو چلیا، گھر طرف

بلاتا چلا لیے اسی دھیان میں
متے کج کوں لیا یا ھتنگ تھان میں

پدر قیس کوں، ماں سوں دیتا ملا
دیکھی ماں اِس کوں لوھو میں نہلا

گلے سات لگ ماں روی زار زار
پسر کوں تج پر کیا یو قہار

نوفل نامی ایک بادشاہ نے مجنوں کی ہمدردی میں لیلی کے باپ کو دعوت مبارزت دی، اس واقعہ کی تفصیلات عاجز کے مختصر اشاروں میں ملاحظہ ہوں :

یو سن شاہ نوفل، غصے سوں دو کھیا
بلایا دبیر کوں صحیفہ لکھیا

لکھیا، دیو لیلی کوں مجنوں بدل
نہیں تو کروں سب قبیلا قتل

پدر لیلی کا یوں کہیا، میں نہ دیوں
دیوں جیو اپنا، یا تجھ جیو لیوں

کیا کوچ شاہ، ہور چلیا اسے کاٹک
لیلی کے پدر کوں بلایا ھٹک
کاٹک بھار دو یوں اسے آے بہ جنگ
کھدیڑیا، پھکڑ بند نہ کیتا درنگ

لیلی کوں پکڑ، بند کر لے چلیا
مجنوں شاد جیوں گل چمن میں کھلیا

لیلی کے حسن و جمال کو دیکھ کر نوفل کی نیت بدل گئی، پھر اس نے جو منصوبہ بنایا، اس کی تفصیل عاجز نے ان چار اشعار میں پیش کی ہے:

کروں عقد، ہور اس دھروں مج کنے
دیوں زہر مجنوں کوں شربت منے

کہیا، بہوت شربت کرو، اسے شکر
ملاؤ زہر یک پیالے بھتر

ہوا مستعد، ہور پیالے بھرے
پیالے کوں مجلس منے اسے بھرے

پیالا دیا چوک نوفل کے ہات
پیا زہر شربت، کیا اپنی گھات

شاعرانہ حسن کاری کے نقطۂ نظر سے، مثنوی کے متعدد حصے ایسے ہیں، جنہیں دیکھ کر یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ اردو ادب کے اولین دور کا یہ شاعر، لیلی مجنوں کے مشہور

رومانی المیہ کے ساتھ انصاف کرنے میں کامیاب رہا ہے۔

لیلی کا اونٹ قافلے سے بھٹک کر، اسی دشت میں جانکلتا ہے جہاں مجنوں کا ٹھکانا تھا۔ یہاں دونوں ایک دوسرے سے ملتے ہیں، لیکن اس طرح کہ مجنوں کی خراب و خستہ حالت کے سبب لیلی اسے پہچان نہیں پاتی، اور خود مجنوں کی کیفیت جنون، اسے لیلی کو پہچاننے میں مانع ہے۔ اس ملاقات کی تصویر عاجز کے الفاظ میں دیکھئے:

چھوٹیا ہات میں تھے لیلی کے مہار
چاپیا اونٹھ چوک، قافلے کے بہار
او جنگل سو مجنوں کے رہنے کی ٹھار
لیلی آو ھاں نیند سے ہوی ہوشیار
جو دیکھی تو چوندھر بیاباں ہے
یکیلا شتر، ناشتربان ہے
زمیں آسمان ہور جنگل دسے
کہی بات پوچھوں کہاں میں کسے
یکایک اجالا ہوا سور تھے
نسیا آدمی یک بہوت دور تھے
بکاوے سوں باھر دیکھی پردا کھول
ہٹک کر پوچھی اے بشر بات بول
دیکھا مجنوں پھر کر، لیلی کا شکل
سورج ایک دن، دو دسیں کیا بدل

او حیرانگی سوں ٹھکا ہور ہے
نیرے خاص افتاب آیا اہے

لیلی نے کہی، اے بشر ہوش دھر
جنگل میانے رہے، کی ہوا بے خبر

نہ مجنوں پچھانیا کہ لیلی ہے یو
نہ لیلی پچھانی کہ مجنوں ہے یو

لیلی نے کہی، میں کروں تج سوال
توں سب بول مج کوں سو اپنا احوال

کہیا ناؤں میرا اتہا قیس کر
لیلی کا دِوانا ہوا بے خبر

اِتا منج کو مجنوں کہیں خاص و عام
کیا اس فراقوں جنگل میں مقام

بکاوے سوں لیلی اتر کر پڑی
ماری آہ گگن نے جیوں بجلی پڑی

کہی، میں ہوں لیلی تری مات میں
دئی جیو میرا ترے ہات میں

سنیا مجنوں، بےخود ہوا، آہ مار
ہوا مہؤ ایس میں، اپس کوں بسار

زمیں پر پڑیا مجنوں، ہوے بے خبر
لیلی آ، اُچا سر، رکھی رانں پر

ہشیاری میں آیا، کیتک وقت کوں
انکھیاں کھول پوچھا کہ لیلی ہے توں

کہے مجنوں ، یو خواب ہے یا خیال
لیلی اس جنگل میانے ملنا محال
توں سچ مان مجنوں ، میں لیلیٰ اہوں
سمندر ہو ، تیری اگن میں دھوں
گہر ہور الماس تُج ہات میں
توں حکاک ، گوہر ہے تُج بات میں

موت سے پہلے ، لیلی اپنی ماں سے التجا کرتی ہے
کہ وہ مجنوں کو اس کا یہ پیام پہنچا دے :

توں جا بول مجنوں کوں میرا سلام
لیلی نے کئی جا ، جنگل میں مقام
چلی چھوڑ دنیا کوں ، لیلی نہ سہ
جو دیکھی سو احوال ، سب کھول کہہ
ملامت نہ سہ سک ، چلی جگ تے دور
اَی پاک دامن ، اوگئی پاک حور
تری انتظاری میں جیو کھوی ہوں
یو لے آرزو ، خاک میں سوی ہوں
اگر توں عشق میں ہے ثابت قدم
سفے پر نہ جی ، بیگ آمل صنم
توں آیگا اے صحبتی یك کفن
جدای نہ ہوے تا قیامت دو تن
نہ ہرگز یہاں مدعی کا گزر
محبت کا مئی پی ، رہیں بے خبر

اردو میں "لیلی مجنوں" کی دوسری داستانیں

عاجز کے بعد، قدیم اردو کے متعدد شعرا نے، جن میں دکن کے شعرا بھی شامل ھیں، اور شمالی ھند کے بھی، "لیلی مجنوں" کو اپنی طبع آزمائی کا موضوع بنایا۔ اس عنوان سے اردو کے مختلف ادوار کے شاعروں اور ادیبوں کی جو تصانیف ملتی ھیں، ان پر مولوی نصیر الدین ھاشمی نے ایک تحقیقی اور تعارفی مضمون "اردو میں لیلی مجنوں کی داستانیں" کے عنوان سے تحریر فرمایا ھے، جو ان کی کتاب "دکنی (قدیم اردو) کے چند تحقیقی مضامین" میں شامل ھے۔ اس لیے یہاں ان تصانیف کے صرف نام درج کیے گئے ھیں، پھر ان تصانیف کا ذکر کیا گیا ھے جو ھاشمی صاحب کے مضمون میں شامل نہیں ھیں، اور پیش نظر مثنوی پر کام کے دوران، راقم کے علم میں آئی ھیں۔

لیلی مجنوں: احمد؛ (سترھویں صدی عیسوی، نصف اول)

" : عاجز: سنہ ۱۶۳۶ ء

" : محبوب عالم؛ سنہ ۱۶۹٤ ء

" : عبد اللہ کمتر: سنہ ۱۷۸۱ ء

" : محمد تقی خاں ھوس؛ سنہ ۱۷۸۳ ء

" : اعزاز الدین خان نامی؛ سنہ ۱۷۹۸ ء

" : حیدر بخش حیدری؛ سنہ ۱۷۹۹ ء

" : شیر محمد خاں ایمان؛ قبل سنہ ۱۸۰۵ ء

" : نظیر اکبر آبادی؛ قبل سنہ ۱۸۳۰ ء

لیلی مجنوں : میر تجلی : سنہ ۱۸۲٤ ء

مرقع لیلی مجنوں : مرزا ہادی رسوا سنہ ۱۸۸۷ ء

مندرجہ بالا تصانیف کے علاوہ، اس موضوع پر دو مثنویاں اور نثر میں ایک مختصر رسالہ بھی راقم کی نگاہ سے گزرا ہے۔ ان میں میر احمد کی مثنوی خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

لیلی مجنوں مصنفہ میر احمد

میر احمد، جو غالباً میر تخلص کرتے تھے، علاقہ پنجاب کی سرحد کے قریب، ایک مقام درنود (قدیم نام «ہرنود») کے رہنے والے تھے، اور سنہ ۱۱۶۹ ھ م سنہ ۱۷۵۵ ء میں انہوں نے یہ مثنوی لکھی ہے۔ اس طرح میر احمد، شاہ حاتم اور میرزا مظہر کے عہد کے شاعر ہیں، اور میر حسن کی مثنوی سے تیس سال قبل انہوں نے یہ مثنوی تصنیف کی ہے۔ عاجز کی مثنوی «لیلی مجنوں» کے تعارف کے سلسلے میں، میر احمد کی مثنوی، اسلیے خصوصی اہمیت کی حامل ہے کہ یہ مثنوی تمام تر عاجز کی مثنوی پر مبنی ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ جامعہ عثمانیہ کے کتب خانے میں موجود ہے، اس کا ایک مطبوعہ نسخہ بھی راقم کی نظر سے گزرا ہے، جو سنہ ۱۲۷۷ ھ م سنہ ۱۸٦۰ ء میں، مطبع محسنی میں ٹائپ میں طبع ہوا ہے۔ میر احمد نے عاجز کی مثنوی سے دل کھول کر استفادہ کیا ہے۔ بیسیوں مقامات پر عاجز کے مصرعے اور اشعار، جوں کے توں نقل کر لیے ہیں، یا خفیف سی تبدیلی کے ساتھ، زبان

کو کسی قدر جدید بنا کر ، اپنی مثنوی میں شامل کر لیے ھیں ۔
ذیل کی چند مثالوں سے اس کا اندازہ ھو سکتا ھے ۔

عاجز : اتھا یک تجارا اسی شہر میں
نہ تھا جوڑ اس کوں کسے دھر میں

میر احمد : کہ تھا ایک تجار اس شہر میں
نہ تھا اس کا ثانی کوی دھر میں

عاجز : اچھے دس نس سنہ سوں ھم یار او
ھریک رنج و راحت میں غمخوار او

میر احمد : عزیز القدر شاہ کا یار تھا
ھر ایک رنج و راحت میں غمخوار تھا

عاجز : زماں دونوں کیاں مل سہیلیاں ھو رھئیں
نکس سوں اویک ، درد دل کا کھئیں

میر احمد : محل دونوں کے آپ ملتے رھیں
کلی کی طرح خوش ھو کھلتے رھیں

عاجز : اُسے دیکھ کر قیس پکڑے قرار
نہیں تو نہ یو دودرو ے ر رے ار

میر احمد : اسے دیکھ کر قیس پکڑے قرار
جدا ھو نے سے اس کے ھو ے بے قرار

عاجز : سنی یکبیک یو خبر کان دھر
اندیشے کے غم میں ھوی تن اوپر

میر احمد : سنی یکبیک کان دھر یہ خبر
اندیشے کے غم میں ھوی تل و پر

عاجز : کری عشق بازی توں مکتب منے
نہ یو قاعدا کس بھایاں کا سنے

میر احمد : ترا حال مکتب میں سے جو اڑا
سو یہ قاعدہ کن بھاوں کا سنا

عاجز : دیوے باج اندھارا اچھے گھر میں سانج
برا پوت اپجنا بھلا اس تیں بانج

میر احمد : دیے بن اندھیرا بھلا وقت سانجھ
برا پوت اپجے بھلی اس سے بانجھ

عاجز : قبیلے کوں سب بول لای ہے توں
مرے شرم کوں جگ میں کھائی ہے توں

میر احمد : قبیلے پہ سب بول لائی ہے تو
مری شرم کو سب گنوائی ہے تو

عاجز : پڑے ہات حکاک کے جیوں گہر
نہیں چھید امانت رہے کیوں گہر

میر احمد : گہر ہاتھ حکاک کے جب پڑے
اسے چھید کر پھر تو ابتر کرے

عاجز : اِتا تج نہ دیوں جانے مکتب طرف
توں دل کی پٹی پر سوں دھو یو حرف

میر احمد : تجھے جانے دوں گی نہ مکتب میں اب
تو اب دل کی تختی سے دھو سب حرف

عاجز : جسے بالپن میں سو یو خیال ہوے
جواں ہوے پر اس کا سو کیا حال ہوے

میر احمد: اگر بالپن میں کیا یہ خیال
جوانی میں تجھ کو سنبھلنا محال

عاجز: سنی ماں نے لیلی سوں جب یو بیان
رھی چپ نہ کُچ کہہ ، سو معصوم جان

میر احمد: سنا ماں نے لیلی کا جب یہ بیان
رھی چپ ، کہا ھے یہ معصوم جاں

یہ مثالیں عاجز کی مثنوی کے ابتدائی پچاس اشعار میں سے ھیں ۔ ورنہ میر احمد کی ساری مثنوی ایسی مثالوں سے بھری پڑی ھے ۔ لطف یہ ھے کہ میر احمد نے مثنوی کے ابتدائی اشعار میں اصرار کے ساتھ صراحت کی ھے کہ انہوں نے اپنے خون جگر سے اس معجزہ فن کی تخلیق کی ھے ، اور کسی کا کوی شعر سرقہ نہیں کیا :

بنایا ہے خون دل کھا کے میں نوارنج مجنوں کے تئیں پا کے میں
مگر میں کسی کو دکھایا نہیں کسی کا سخن بھی چورایا نہیں

میر احمد کی مثنوی سے اندازہ ھوتا ھے کہ عاجز کی " لیلی مجنوں " ، اپنے زمانہ تصنیف کے سوا سو سال بعد بھی ، اپنی ادبی چمك دمك کے باعث ، ھندوستان کے انتہائی شمالی علاقوں میں بھی ، دلدادگان شعر و ادب کے لیے باعث کشش بنی ھوی تھی ۔

ایك نثری قصہ

لیلی مجنوں کے عنوان سے نثر کے ایك رسالے کا مخطوطہ ، جامعہ عثمانیہ کے کتب خانے میں ملتا ھے ، مصنف

یا سنہ تصنیف کا کچھ پتہ نہیں چلتا ۔ عہد ولی کے لگ بھگ کی تصنیف ہوگی ۔ اس میں مجنوں کے قصے کو سوال و جواب کے پیرائے میں بیان کیا گیا ہے ۔

لیلی مجنوں ، از درودی

درودی نامی ایک دکنی شاعر نے سنہ ۱۷۱۸ ء میں لیلی مجنوں کے عنوان سے ایک مثنوی لکھی ہے ۔ اس کا ایک مخطوطہ کتب خانہ انجمن ترقی اردو علی گڑھ میں موجود ہے ۔ یہ مثنوی جو ۱۱۳ صفحات پر مشتمل ہے ادبی اعتبار سے خاصی دلچسپ ہے ۔ راقم کو اس مخطوطے کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے ۔ اس مثنوی میں بھی عاجز کا اثر نمایاں ہے ۔ مصرعوں کے توارد کی مثالیں بھی ملتی ہیں ۔

تدوین اور املا

آخر میں تدوین اور املا کے ان اصولوں کی طرف اشارہ ضروری ہے ، جو اس مثنوی کی تہذیب وترتیب میں ملحوظ رکھے گئے ہیں ۔ راقم نے کتب خانہ سالار جنگ کے مخطوطہ (الف) کو بیشتر امور میں ، بنیادی نسخہ قرار دے کر مثنوی مرتب کی ہے ۔ تاہم ایڈیٹنگ کا یہ جدید اصول ، مرتب کے پیش نظر رہا ہے ، کہ کسی ایک مخطوطے کی اندھی پابندی کرنے کی بجائے ، مصنف کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کی جائے ۔ یعنی یہ کہ جس قدر ممکن ہو ، مختلف مخطوطات سے ، وہ متن قبول کیا جائے جو زبان اور اسلوب بیان کے اعتبار سے ، مصنف کی زبان اور اسلوب

بیان سے قریب تر معلوم ہوتا ہو۔ اس لیے میرا مرتب کردہ متن، اگرچہ بنیادی طور پر مخطوطہ (الف) پر مبنی ہے، لیکن جہاں کہیں کاتب کی کم فہمی، یا کتابت کی تحریف کی وجہ سے، اشعار یا مصرعے بے معنی ہوگئے ہیں، بحر سے خارج ہوگئے ہیں، یا ادبی اعتبار سے، واضح طور پر کسی فروتر ذہن کی پیداوار معلوم ہوتے ہیں، یا جہاں زبان میں نمایاں طور پر کوی تبدیلی نظر آتی ہے، میں نے دوسرے مخطوطوں سے مدد لی ہے۔ بعض مقامات پر ایسے اشعار جو نسخہ (الف) میں نہیں ملتے، لیکن دوسرے مخطوطات میں متفقہ طور پر موجود ہیں، میں نے انہیں متن میں شامل کیا ہے، اور اس کی صراحت کردی ہے۔

قدیم زبان کے مخطوطات میں ایک عام دشواری، جس کا مرتب کو سامنا کرنا پڑتا ہے، یہ ہوتی ہے کہ جہاں کہیں متن میں کوی مشکل اور ناقابل فہم مقام پیش ہوتا ہے، اکثر وبیشتر کاتب، ایسے مقام پر، لفظ یا الفاظ کو اپنی عقل واستعداد کے مطابق سہل، یا قابل فہم بنا کر لکھ دیتے ہیں، اور اس طرح اصل متن کو نا قابل شناخت، اور نا قابل حل بنا دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ قدیم زبان کے متن کو، بالعموم جہاں کہیں بہ آسانی ممکن ہو، اپنے عہد کی زبان اور بول چال کے مطابق بدل دیتے ہیں۔ اس لیے قدیم زبان کے ایڈیٹر کو، متن کا تعین کرنے میں، بڑا محتاط اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اس خصوص میں راقم کا نقطۂ

یہ ہے کہ جہاں کسی مشکل اور نا قابل فہم لفظ کے مقابلے میں، عہد ما بعد کے مخطوطوں کے کاتبوں نے، متبادل لفظ کے طور پر کوی آسان اور قابل فہم لفظ جڑ دیا ہے۔ وہاں مشکل اور الجھے ہوے متن ہی پر توجہ مرکوز رکھنی چاہئیے۔ اور اکثر وبیشتر اسی الجھے ہوے متن میں سے، عجیب وغریب الفاظ، کھل کر بر آمد ہوتے ہیں۔ پیش نظر مثنوی کی تدوین میں بھی یہ احتیاط برتی گئی ہے۔

مثنوی میں چند اشعار اور مصرعے ایسے بھی ملے، جن کا متن، کسی مخطوطے کی مدد سے بھی متعین نہ ہوسکا۔ ایسی صورتوں میں، مختلف مخطوطوں کے، الجھے ہوے متن سے، مختلف الفاظ کا انتخاب کرکے، اس مصرعہ یا شعر کی ازسر نو تشکیل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ایسے اشعار یا مصرعوں کے آگے نشان (*) لگادیا گیا ہے، اورفوٹ نوٹ میں "تشکیل شدہ" کی صراحت کردی گئی ہے۔

مثنوی کے پیش نظر متن میں، الفاظ کے قدیم املا کو نظر انداز کرکے، لفظ کی اس صوتی شکل کو، جو شاعر نے شعر میں باندھی ہے، موجودہ املا کے مطابق لکھا گیا ہے۔ ذیل کی دو ایک مثالوں سے اس کی وضاحت ہوگی۔

مخطوطے کے املا کے مطابق:	موجودہ املا کے مطابق:
میلاوں تیرے کاج ماھے تمام	ملاؤں ترے کاج منہ تمام
ملاتا چایا لے اوسی دھیان میں	ملاتا چلیا لے اسی دھیان میں

قدیم دکنی کی صوتیات میں، ایسے متعدد مصوتے

(vowels) ، اور امالے (diphtnong)موجود هیں ، جن کی صراحت ، اردو املا کی موجودہ علامات کے ذریعہ ممکن نہیں ھے۔ دکنی میں ، موجودہ معیاری اردو کے ، ھر طویل اور مختصر مصوته کے درمیان ، ایك اور مصوته ملتا ھے ۔ ان درمیانی مصوتوں کو واضح کرنے کے لیے ، کسی قسم کے اعراب (diacritical marks) کا تعین ، دکنی کے متن کی صحیح پیش کشی کے لیے ضروری ھے۔

دکنی میں ، معیاری اردو کے دو امالوں کے مقابلے میں ، متعدد امالے ملتے هیں ۔ ایسے الفاظ کا املا ، جن میں یه امالے موجود ھوتے ھیں ، اگر ان کے صحیح دکنی تلفظ کے مطابق لکھنے کی کوشش کی جائے ، تو اکثر صورتوں میں لفظ کی بہ آسانی شناخت ، دشوار ھو جاتی ھے ۔ اور اگر ان کو آج کل کے مروجه املا کے مطابق لکھا جائے ، تو مصرعه بحر سے خارج معلوم ھوتا ھے ۔ ذیل کے مصرعوں میں خط کشیدہ الفاظ کی مثالوں سے ، اسکی وضاحت ھو گی ۔

خبر کوئی کہے جا کے لیلی کنے

نه هوئی مہرباں توں مرے حال پر

ایسی صورتوں میں اگر امالے کی وضاحت کے لیے ، موجودہ املا کو برقرار رکھتے ھوے ، متصله مصوتوں کے اوپر ، ایك چھوٹے خط کا اضافه کردیا جائے ، تو دکنی کے صحیح تلفظ کا تعین ممکن ھوسکتا ھے ۔ به حالت موجودہ

ایسے تمام مقامات پر ، جہاں ، کوی مصرعہ سسکتا ہوا معلوم ہو ، اس مصرعہ میں موجود درمیانی مصوتہ ، یا امالے پر توجہ کرنی ضروری ہے۔

مثنوی کے متن میں جہاں کہیں مخلوط (ھ) کا استعمال ہوا ہے ، وہ اس سے قبل واقع ہونے والے صوتیہ کی متنفس شکل (aspritcd form) ہے ۔ اگر چہ معیاری اردو میں ، متعدد صوتیوں کی متنفس شکلیں اب رائج نہیں رہی ہیں ، لیکن یہ آوازیں دکنی میں رائج تھیں ، اور اب بھی دکنی بولی میں موجود ہیں ۔ مثال کے طور پر ، ذیل کے مصرعوں میں « نھای » کو اگر « نہی » پڑھا جائے ، اور اسی طرح « یھاں » اور « رھے » کو ، اگر « یہاں » اور « رہے » پڑھا جائے تو مصرعے بحر سے خارج معلوم ہوں گے ۔

لیلی کہا پچھاڑی سو ھو میانے نھای

نھیں تو ، نھیں کہ ھیں یھاں دلبراں

نشانی پچھیں خوب رھے ، تیوں جینا

قدیم اردو میں ، متعدد رائج الوقت الفاظ کا تلفظ ، بگڑی ہوی شکل میں ملتا ہے ۔ الفاظ کے مشکل تلفظ کو ، بول چال کی زبان میں آسان بنا دینے کے فطری رجحان کی پابندی کرتے ہوے ، شعرا بول چال کے تلفظ ہی کو ، شعر میں استعمال کرتے ہیں ۔ پیش نظر متن میں ، ایسے الفاظ کے تلفظ کو ، اعراب کے ذریعہ نمایاں کیا گیا ہے ۔ تلفظ کی اس تبدیلی کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو مصرعے بحر سے خارج نظر آئیں گے ۔

مخطوطوں کی توضیح

مخطوطہ (الف)

یہ نسخہ سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کی ملکیت ہے۔ ہاشمی صاحب کی فہرست مخطوطات کے مطابق، اس کا نشان ۷٤۱ ہے۔ مثنوی ۸ × ۵ سائز کے ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ پر ۱۵ تا ۱۸ سطریں ہیں۔ خط شکستہ ہے۔ کاغذ اورنگ آبادی قسم کا ہے اور بہت قدیم معلوم ہوتا ہے۔ مثنوی کے آخری اشعار کے مطابق سنہ تصنیف سنہ ۱۰٤۰ ھ ہے، اور ترقیمہ کے مطابق کتابت سنہ ۱۱۵۷ ھ میں ہوی ہے۔

آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

کیا ابتدا میں بہ نام خدا
ہر ایک اسم اوپر کروں جیو فدا

آخری شعر یہ ہے:

ہزار اور چہل تھے یو ہجرت کے سال
ہوے تب کیا مجنوں لیلی کا حال

خاتمہ پر یہ ترقیمہ درج ہے:

" راقمہ سید رحمت اللہ ساکن دہلی ۔ تمام شد بروز شنبہ بتاریخ ہشتم شوال سنہ ۲۷ محمد شاہی مطابق سنہ ۱۱۵۷ ہجری در شہر اورنگ آباد "۔

اس مخطوطے کا کاتب، مثنوی کے دوسرے نسخوں کے کاتبوں کے مقابلے میں بہتر استعداد کا حامل ہے۔ ڈاکٹر زور صاحب نے اس مخطوطے کے متعلق تحریر فرمایا ہے۔

«اس کے کاتب نے جو دھلی کے رھنے والے تھے، اصل مثنوی کی زبان کافی طور پر بدل دی ھے ... اور بہت سے الفاظ اپنے عہد اور اپنی بول چال کے مطابق بدل دیے ھیں»[1]

اس مثنوی کے دوسرے پانچ مخطوطات کو دیکھنے کے بعد راقم کی رائے ھے کہ قدیم زبان کے کاتبوں کے عام رجحان کے مطابق، اس مخطوطے کے کاتب نے بھی تحریر کے وقت، اس کی زبان، کو جہاں بہ آسانی ممکن تھا، اپنے عہد اور اپنی بول چال کے مطابق بدل دیا ھے۔ لیکن اس نقص کے باوجود، اس مثنوی کے دوسرے تمام مخطوطات کے مقابلے میں، قدامت زبان کے واضح تر آثار، اسی مخطوطے میں نظر آتے ھیں۔

مخطوطہ (ب)

کتب خانہ جامع مسجد بمبئی کے اس مخطوطہ کا نشان ۹۷ UM ھے۔ مثنوی ۸½ × ۵½ سائز کے ۴۵ صفحات پر مشتمل ھے۔ ہر صفحہ پر ۱۳ تا ۱۵ سطریں ھیں۔ دیسی قسم کا کاغذ ھے۔ مثنوی کے آخری اشعار میں سنہ تصنیف سنہ ۱۰۴۹ھ بتایا گیا ھے۔ آغاز اس شعر سے ھوتا ھے:

کیا ابتدا میں بہ نام خدا ہر یک اسم او پر کروں جیو فدا

اختتام ان اشعار پر ھوتا ھے؛ جو حقیقتاً عاجز کی مثنوی کے اشعار نہیں ھیں:

یہ کیا بات ھے ھور یہ کیا رمز اسے سن کر عاشق جو پکڑے طرز

جوانی بڑھاپا نادان توں (؟) عشق کے کنہ کوں بقا جان توں (؟)

---

(۱) تذکرہ مخطوطات ادارہ ادبیات اردو، جلد چہارم، ص ۱۱۴۔

عشق کا بڑا پیشہ ہے بوجھی(؟) دونو نیہ بوجھا مرد ہے وہی (؟)
خاتمہ پر یہ ترقیمہ درج ہے۔

" تمام شد این قصہ لیلی مجنون در شہر رجب المرجب سنہ ہ جلوس تاریخ ۲۸ سنہ مذکور ، در مقام بلدہ لاہور کہ عساکر ظفر طراز بادشاہ بہادر شاہ غازی ، دائرہ ہمانجا ساختہ بود ۔ نوشتہ بہ قلم شکستہ رقم میاں صاحب برائے خاطر داشت ملا و مہران فروشاں میاں محمد شاکر حیو تحریر یافت "

یہ مخطوطہ نہایت کرم خوردہ ہے ۔ اکثر و بیشتر مصرعے ادھورے رہ گئے ہیں ۔ کاتب کم سواد ہے ۔ متعدد مقامات پر بے معنی الفاظ کے ذریعہ خانہ پری کرتی ہے۔ نسخہ (الف) نے برخلاف اس مخطوطے میں جگہ جگہ فارسی میں سرخیاں دی گئی ہیں ۔

" کتب خانہ جامع مسجد بمبئی میں اردو مخطوطات " کے فہرست نگار نے اسے ھاشم کی مثنوی بتایا ہے ۔ لیکن انہیں یہ تسامح مخطوطے کے صرف آخری اشعار پر نظر ڈالنے کی وجہ سے ہوا ہے ۔ کیونکہ مثنوی کے متن میں متعدد مقامات پر شاعر کا تخلص عاجز موجود ہے ۔ مخطوطے کے آخری نو اشعار ، کاتب کا لکھا ہوا منظوم ترقیمہ ہیں ؛ جنہیں بعد کے کسی کاتب نے ، مثنوی کے آخری اشعار کے ساتھ مسلسل نقل کردیا ہے ۔ منظوم ترقیمے کے یہ اشعار کسی کم سواد شاعر یا تک بندی کرنے والے کاتب نے لکھے ہیں ، اور بہ آسانی ممیز کئے جا سکتے ہیں ۔ چنانچہ اس

ترقیمہ کے پہلے شعر میں ، جو ناقابل فہم ہے ، لفظ کتابت واضح طور پر پڑھا جاسکتا ہے ۔ شعر کی نقل ہے :

ہوی ہے تمام کتہہ کتابت سبہی لوں کوں حھوڈ اوس کالا جو ہے

اس کے بعد کے شعر سے بھی ، جس میں ہاشم ذکر ہے ، راقم کے خیال کی توثیق ہو سکتی ہے :

لکھن والا بندا ہے ہاسم سبہی اصل سے سمجھ میں لکھا اون کہے

واضح رہے کہ منظوم ترقیمہ ، قدیم مخطوطات میں کوئی غیر معمولی چیز نہیں ہے ۔ قدیم دکنی کے مخطوطات میں اس کی ایک سے زائد مثالیں راقم الحروف کی نظر سے بھی گذری ہیں ۔ اس نسخہ کی کتابت جیسا کہ آخری ترقیمہ سے ظاہر ہے لاہور میں ہوی ہے ، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ زمانۂ تصنیف کے ایک عرصہ بعد بھی قطعہ پنجاب کے اہل اردو اس مثنوی سے واقف تھے ، اور اسے شوق سے پڑھتے تھے ۔

مخطوطہ (ج)

یہ مخطوطہ مولوی جمال شریف صاحب (ریسرچ اسکالر علی گڑھ یونیورسٹی) کی ملکیت ہے ۔ جس بیاض میں یہ مخطوطہ شامل ہے ، اس کے صفحات کے درمیانی حصے میں مثنوی « طالب وموہنی » کا متن ہے ، اور حاشیہ پر مثنوی « لیلی مجنون » نقل کی گئی ہے ۔ ہر صفحہ کے حاشیہ پر ۱۴ تا ۱۶ اشعار درج ہیں ۔ مخطوطہ کہیں کہیں کرم خوردہ ہے ۔ متن بڑی حد تک (الف) کے مطابق ہے ، لیکن کاتب ، نسخہ

(الف) کے کاتب کے مقابلے میں کم سواد ہے ۔ مثنوی کے آخری اشعار کے مطابق سنہ تصنیف سنہ ۱۰۴۶ ھ ہے ۔ آغاز اس شعر سے ہوتا ہے :

کیا ابتدا میں سہ نام خدا
ہر ایک اسم اوپر کروں حیو فدا

اختتام اس شعر پر ہوتا ہے :

ہزارہو رچہل شش تھے ہجرت کے سال
ہوئے پر کہا لیلی مجنوں کا حال

خاتمہ پر یہ ترقیمہ درج ہے :

« تمام شد قصہ مجنون و لیلی فی التاریخ دوازدہم ربیع الاول سنہ ۱۱۴ ہجری » ۔ سنہ کتابت میں ۱۱۴ کا ہندسہ لکھ کر ۴ کو ۸ بنایا گیا ہے ۔ کیونکہ سنہ کے آگے ہجری بھی درج ہے ، اس لیے یہ ۱۱۸۴ ، ۱۱۴۸ ، ۱۱۰۴ اور ۱۱۰۸ ، میں سے کوی سنہ ہوسکتا ہے ۔

مخطوطہ (د)

کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو کے اس مخطوطہ کا نشان ڈاکٹر زور صاحب کی فہرست کے مطابق ۷۷۰ ہے ۔ یہ مخطوطہ ناقص الاول ہے ۔ تقریبا ایک تہائی اشعار غائب ہیں ۔ خط نستعلیق شکستہ میں ۶ × ۸ سائز کے دیسی کاغذ پر لکھا گیا ہے ۔ ہر صفحہ پر ۱۴ ، ۱۶ سطریں ہیں ۔ سرخیاں سرخ روشنای سے لکھی گئی ہیں ۔ مثنوی کا سنہ تصنیف اس مخطوطے کے مطابق بھی سنہ ۱۰۴۶ ہجری ہے ۔

آغاز اس شعر سے ہوتا ہے :

پکڑ باٹ جنگل کی ویتاگ سے
لگیا دھکنے جنگل برہ آگ سے

اختتام اس شعر پر ہوتا ہے :

ہزار ہور چہل شش تھے ہجرت کے سال
ہوے پر کیا لیلی مجنوں کا حال

آخر میں کوی ترقیمہ نہیں ، بلکہ ایک اور مثنوی جو ناقص الآخر ہے ، اس عنوان کے تحت شروع ہوتی ہے۔

« ایں عجائب حکایت بر شاہزادہ صاحب جمال جوانے عاشق شدہ » ۔ مخطوطہ کے پہلے ورق پر نواب عنایت جنگ کے دستخط اور ۱۳۴۳ ھ درج ہے ۔ کاغذ اور کتابت سے ظاہر ہے کہ یہ مخطوطہ زیادہ قدیم نہیں ۔ اکثر و بیشتر زبان کو آسان بنا کر لکھا گیا ہے ، قدیم تر اور مشکل الفاظ کے مقابلے میں جدید تر ، اور آسان الفاظ استعمال کیے گئے ہیں ۔

مخطوطہ (ی)

کتب خانہ انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے اس مخطوطے کا نشان ۷۸ / ۰۰۵۱٤ ۸۹۱ ہے ۔ ۸ × ۵ سائیز کی بیاض کے ٤۱ صفحات پر مشتمل ہے ۔ ہر صفحہ پر ۱۵ اشعار ہیں ۔ خط نستعلیق میں ہے ۔ سنہ تصنیف کا شعر اس مخطوطے میں نہیں ملتا ۔ آخر میں کوئی ترقیمہ درج نہیں ۔ آغاز اس شعر سے ہوتا ہے :

کیا ابتدا میں بہ نام خدا   ہر ایك اسم پر کرو جیو فدا

آخری شعر یہ ہے :

مدد پنجتن پاك بارا امام   مدد پیر میران منزہ مقام

جس صفحے پر ، اختتام کے مندرجہ بالا اشعار ختم ہوتے ہیں ، اس کے بعد کے صفحہ پر مقیمی کی مثنوی « چندربدن ومہیار » کے درمیانی اشعار بے ترتیبی کے ساتھ شروع ہوتے ہیں ۔ کتابت زیادہ قدیم زمانے کی نہیں معلوم ہوتی ۔ زبان کو عام طورپر جدیدتر اور آسان بنا کر لکھا گیا ہے ۔

انجمن کے کتب خانے کے مخطوطات کی فہرست میں ، جو « اردوادب » جولائی تا سپتمبر سنہ ۱۹۵٤ کے شمارہ میں شائع ہوی ہے ، اور جسے مولوی ابرار حسین فاروقی نے مرتب کیا ہے ،اس مثنوی کے مصنف کا نام عارف الدین خان عاجز لکھا ہے ، جو درست نہیں ہے ۔ عارف الدین آصف جاہی عہد کے ایك شاعر ہیں جنہوں نے سنہ ۱۱۷۸ ھ میں وفات پائی ، جبکہ یہ مثنوی سنہ ۱۰٤۰ یا سنہ ۱۰٤٦ ھ کی تصنیف ہے ۔

مخطوطه (ف)

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کے اس مخطوطے کا نشان ۱ ۔ ق ۸۹۱۰٤۳۳۱ / م ن ۔ ل ہے ۔ یہ مخطوطہ جو ابتداء اور درمیان سے ناقص ہے ، $7\frac{1}{2} \times 5\frac{1}{2}$ سائیز کی بیاض کے ۱۸ اوراق پر مشتمل ہے ۔ ہر صفحہ پر ۱۳ سطریں ہیں ۔ یورپین کاغذ پر نستعلیق رسم الخط میں لکھا گیا ہے ۔ ابتداء میں حمد و نعت وغیرہ کے اشعار نہیں ملتے ۔ آغاز اس شعر سے ہوتا ہے :

کہیں زاہداں نے حکایت یو سن
سنے پر ہوے شوق تجھ کوں دوگن

پہلے صفحہ کے بعد تقریبا دوسو اشعار غائب ہیں ۔
پھر دوسرے صفحہ پر یہ شعر ملتا ھے:

مار یا آہ مجنوں سونیا ناوں غیر   نہیں شکل دل میں سو لیلی بغیر

آخری شعر یہ ھے:

دفن کر بڑے فاتحہ سب اسے   اسی باٹ جانا اھے ھر کسے

مثنوی کے آخری اشعار غائب ہیں، اس لیے سنہ تصنیف کا شعر بھی نہیں ملتا ۔ خاتمہ پر یہ ترقیمہ ملتا ھے ۔
"کاتب الحروف محمد حسین ولد محمد علی بتاریخ بیست ششم ماہ رمضان سنہ ۱۲۰۸ ھجری تمام یافت" ۔

مثنوی کا یہ تعارف نامکمل رھے گا، اگر میں ان اصحاب کا ذکر نہ کروں جن کے گراں قدر مشوروں سے، میں نے اس مثنوی کی تدوین کے دوران استفادہ کیا ھے، ڈاکٹر مسعود حسین خان صاحب صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی نے، اس مثنوی کی ترتیب کے مختلف مراحل میں، میری رھنمائی فرمائی ۔ بعض الجھے ہوے مصرعے بھی ڈاکٹر صاحب کی مدد سے حل ہوے ۔ قدیم زبان کے پیچیدہ متن کو کھولنے میں، ڈاکٹر صاحب کی لسانی بصیرت سے، میں نے راست اور بالواسطہ طور پر، بہت کچھ سیکھا ھے ۔ بعض مشکل الفاظ کے حل میں مجھے اپنے فاضل دوست ڈاکٹر ایس ۔ آر ۔ کلکرنی صدر شعبہ مرھٹی، عثمانیہ یونیورسٹی،

اور جناب ابو نصر خالدی صاحب ریڈر شعبہ تاریخ سے بھی مدد ملی ہے۔ قیام بمبئی کے زمانے میں پروفیسر نجیب اشرف ندوی صاحب نے اپنی شفقت و مہربانی سے کتب خانہ جامع مسجد بمبئی کا مخطوطہ اپنی ذمہ داری پر حاصل کر کے میرے حوالے فرمایا؛ اور مولوی احمد اللہ ندوی صاحب نے بھی اس کام میں میری مدد فرمائی۔ مولوی جمال شرف صاحب نے اپنے ذاتی مخطوطے سے استفادہ کرنے کا مجھے موقع دیا۔ میں ان تمام بزرگوں اور دوستوں کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔

غلام عمر خاں

شعبہ اردو،
عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد دکن۔

٤/ جنوری، ١٩٦٧ء

لیلی مجنوں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا ابتدا میں بہ نام خدا
ہر یک اسم اوپر کروں جیو فدا

خدایا تُمہیں پاک بے عیب رب
نپایا۲ حکمت خاص ہور عام سب

توں حاکم ہے، حکمت منے پُر، حکیم۳
توں دانا ہے ہر راز کیرا علیم۴

... قیوم قایم ازل تا ابد
صفت سب سوں موصوف ہے بے عدد۵

... گنج مخفی توں، عرفاں بدل
کیا خلق مخلوق آدم شکل

... آسماں ہور جگت سب کیا
توں کُن کے اشارت منے سرجیا۶

---

(۱) (الف) تو ہے - (۲) (ب) (ی) بنایا - (۳) (الف) میں
... را حکیم -(۴) (ب) (ج)ع . توں دانندہ ہر غیب کا ہے علیم -
(۵) (ی) ع . صفت سوں ہے موصوف توں بے عدد - (۶) (ب)
... اس شعر کے دونوں مصرعوں کی ترتیب بدلی ہوئی ہے ، ==

مِلیا کاف سوں نُون نَھٹیں کُچ گماں [1]

هوا تِل میں کُن فَیَکُن کا بیاں [2]

کیا جیو جن [3] سب اَپن نور تھے

کریں [4] تاب سب پر اَپن دور تھے

سُرج کا جھلك جیوں دره [5] میں دِسے

هر یك شئے منے رَب اپیں یوں دِسے

هے حبل الورید [6] تھے بھی نزدیك تر

نه جنبش هے ذرّے کوں حق کے بغیر [7]

الانسان سِرّی اپیں رَب کَھیا

اسا سِرّی کَہہ کر خفی هو رَهیا

دیا عقل هور فهم انسان کُوں

اپیں ذات خالص هے عرفان سُوں

= اور (ی) میں یه شعر یوں هے:

ترے یك اشارت سے سب جگ کیا

زمیں آسماں اور جگت سب کیا

(۱) (الف) سچ کر تو مان ـ (۲) (ی) ع . یو دو حرف کُن فَیَکُن کا بیان ـ (۳) (ی) کیا جن و انس سب ـ (٤) کَرے کی انفیای شکل ـ (٥) (ی) دریا ـ (٦) " و نحن اقرب من حبل الورید " (اور هم اس کی رگ گردن سے زیادہ قریب هیں) قرآن ، ٥٠ ـ ١٦ ـ (٧) (ی) ع . نه جنبش هے ذرے کو حق کے بغیر ـ

انا افصح۱ اُن کہے ذات پاك
توں ہے کون عاجز حکمت پاؤں خاك
اگر ہووے ہر رُوم کوں لک زباں
نہ ہووے ذرّہ حق کے صفت کا بیاں

در نعت احمد محمد مصطفی صلی الله علیه و آله و اصحابه اجمعین و سلم

محمد توں ہے سرور الانبیا
سو تجھ کار نے یو جگت سب کیا۲
ہے لولاك تعریف تجھ شان میں۳
کیا رب نے سب وصف قرآن میں
توں ہے نور اس سور میں تھے عیاں
سورج جوت چندر میں، چند ناجہاں*
انا من نوری ہے وہ حق کا نبی
ہوا کل شی سو اس نے سبی٤
اگن سور روشن کریں جیوں ہلال*
ہلالاں کا دیپك کریا جگ اُجال*
نہیں تج وراں رحمت عالمیں
توں ہے روح کُل میں سو علم الیقیں

(۱) اشارہ ہے آنحضرت سے منسوب اس قول کی طرف « انا افصح العرب والعجم » ۔ (۲) (ی) ع ۔ خدا نے یو تجھ کاج جگ سب کیا ۔ (۳) اشارہ ہے آنحضرت سے منسوب قول کی طرف « لولاك لما خلقت الافلاك » ۔ (٤) اشارہ ہے آنحضرت سے منسوب قول کی طرف «انا من نور الله وکل شیء من نوری» ۔ * شکیل شدہ ۔

حیوں اربع عناصر ترے چار یار
توں ہے روح ، چاروں منے بر قرار

ابا بکر ایماں کا ہے امام
عَدَل داد میں ہے عمر نیک نام

تھے عثمان حق خوف میں احیا
علی لے ا خَتَم جانشینی کیا

حَسَن شاہ ، باحُسن احسن تمام
حسین شاہ ، شہیداں میں عالی مقام

اُنو بعد بر حق ہیں بارا امام
ہے ہر یک مریدی اِنو نے تمام

ہے عاجز اسی خانداں کا گدا
اُنو دوستی ، جیو کروں سب فدا[۲]

در صفت معراج حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

اتھی رات پُر نور ، حضرت کے چاو
رضا سوں آیا جبرئیل جیوں کہ باو

جو دیکھیا نبی خواب میں ما اماں
اتھا بھید دل کا سو در لا مکاں

ادب تے سو جبریل اُچا نا سکے
لگیا و قت کئے کر سو دل میں شکے[۳]

(۱) (ب) آن؛ (ی) کو۔ (۲) (ب) ع . اُنو دوستی پر کروں جیو فدا۔ (۳) (ی) : ادب سے تو جبریل اٹھا ناسکے
لگے نا کہیں دیر دل میں شکے

قدم بوس ہو کر نبی کوں کہے
سلام ہور دُرود حق تھے تحفا اہے

بھیجا حق نے شہ مُج، بلانے تُجے[1]
بُلایا، اَپس سوں مِلانے تجے

اٹھے شہ خوشی سوں، سنے یو بیان
جو مقصود دل میں سو ہویں عیاں

ترنگ لیاے ابلق، سو ناؤں بُراق
بَرَق[2] دیک، زمیں پر پڑے آت فراق[3]

ہوے سوار براق پر قول کر
قیامت کوں بی سوار ہوں نُج اوپر

کرن سُور کی بھی چلی سُور کن
دیکھوں[4] شوق سوں حا کے حب الوطن

جیتے انبیا سب کئیے آسَرَن[5]
مَلک ہور بشر، روح، انسان، جن

عَرَش ہور کرسی لرزتے اتھے
قدم رکھ دونوں پر[6] قراری دیتے

عرش چھوڑ کُرسی اکیں شاہ چاہے
سو طوبی[1] تے جبریل اکیں[7] نا ہلے[8]

(۱) (ب) ع۔ بھیجا حق مجھے شاہ بلانے تجھے۔ (۲) (ب) (ج) براق۔ (۳) (ی) ع۔ تہا مدت سے اس کوں نبی کا فراق۔ (٤) (الف) دیکھی۔ (٥) (ج) لگے آچرَن (٦) (ی) قدم رکھ کے ان پر۔ (۷) (ب) انگے۔ (۸) (ی) ع۔ پچھے جبرئیل اپنی حد پر رہے۔

بوچھے شہ ، اَخی کی کھڑے ہو رہے
کھئے جبرئیل ، حد یو میری اہے
٤٠ ہوا حق تیں١ فرمان ۔ اگیں رکھ قدم
یو حضرت کے برکت ہوا ہے کرم
نبی لا مکاں سوں٢ مشرف ہوئے
سلام ہور درود حق نے آپیں کھئے
کرن سور کی بھی چلی سور میں٣
ندی جوں دریا سوں ملے پور میں
تحیات تحفا اپے جا کر ملائے
اُمت کوں وو بخشا ، خلاصی دلائے
تھی جنبش سوں دروازے کوں پاٹ کوں
آئے پھیر٤ پن صد برس باٹ کوں
کیا ہوں میں عاجز نہ سمجیا٥ بیاں
یو ہے معجزہ سب جگت پر عیاں

نشستن در فکر بر آوردن سخن و خواستن مدد از خدا

فکر میں بہوت ایک نس میں ڈوبیا٦
مناجات کر حق کنے یوں منگیا

---

(١) نے کی انفیای شکل ۔ (٢) (ب) کوں ۔ (٣) (ب) ع . کرن نور کی بھر ملی نور میں ۔ (٤) (ب) آئے بھیر ، (ی) پلٹ آئے ۔ (٥) مطابق (ب) (ج) ، (الف) سمجھ کر ۔ (٦) مطابق (ب) (ج) ، (الف) دو کھیا ۔

توں ہے قبلہ حاجات مشکل کشا
دے توفق مُنبج کوں، کھوں سب قصا
ھوا دل میں الہام اوھام کوں
رواں ھو چلیا شعر اقلام کوں
مدد کر دیے پیر پیران مراد
پاویں حق کے برکت مریداں مراد

۵۰ محمد اھے میرے معشوق اول
دوجا میم مدھے سو میراں نسل
کرو رحم مُنبج پر ھوں بندا کیں
مریدی ۱ میں عاجز ھے ثابت یقیں
کہیں راویاں ۲ تھے حکایت یو سن
سُنے پر ھوے شوق تُج کوں دوگن
بغیر، عشق دنیا نہ حق سرجیا
کِتک ۳ دھات نرناری پیدا کیا

ابتداے سخن و پیدائش مجنوں، وخوش حال شدن بادشاہ

عرب میں اتھا شاہ یک بے نظیر
ولایت شہر بھوت، کیتے وزیر ۴
نہ کُچ مال ھور ملک اُس کم اتھا
ولیکن بغیر پُوت درغم اتھا ۵

---

(۱)(ج) مریداں ـ (۲) (ب) (ف) زاھداں ـ (۳) (الف) کتے ـ
(۴) (ب) (ف) ع. ولایت سپہ بھوت اس کے وزیر ـ (۵) (ج)
(ی) (ف) جھرتا اتھا ـ

بہوت دیکھ تدبیر حیران ہوے
اپس میں آپیں رو، جنم پونچھ کھوے ۱
اگر ہوے پسر خوب داتا بھلا
نہیں تو نہ اس تے نپچنا بھلا ۲
ہے بوت انعام ملہم ازل
نہ ہوے گر بھلا، نانپچنا اول *
سرو وحق کنے منگ رہے نر بھلا *
تلخ پھل ہونے تھے یوں اچھنا بھلا
۶۰ نہیں حس پچھیں کچ خوبی کا نشاں
وو ضایاں کیا عمر سمجھ کر توں ماں
ولیکن کیا حق دوزخ ہور بہشت
جنت کاج خوباں، دوزخ کاج زشت ۳
کسے عیش وعشرت، کسے نست الم
کہیا حق نے قراں میں حف القلم ٤
کتے دیس سسہ باج فرزند بہیا
تخم درد کا پشت۵ میں جم رہیا ٦

(۱) (ی) ع. نصیبوں پر اپنے پشیمان ہوے۔ (۲) (الف) ع. نہیں تو ووجاواں اسے یك بلا (؟) ۔ (۳) (ی) ع. بھلوں کو ھے جنت بروں کو ھے رشت ۔ (٤) «جف القلم بما انت لاق» (جو کچھ تمہیں ملنے والا ھے، قلم اسے لکھ کر حشك ہو گیا) صحیح البخاری۔ (۵) (ج) پسیت ۔ (٦) (ی) میں اس شعر کی جگہ یہ شعر ملتا ھے:
ھو اجب کوئی دن کوں فصل اله — حمل میں ھوی حامله روج شاہ
* تشکیل شدہ ۔

تھنبیا تخم زن کے رحم میں وھی
نوین ماس جن کر وو فارغ ھوی
کیے بہوت شادی ، ھو خوش حال ، جم
دیے تشریفاں[1] سب عرب تا عجم
رکھیا ناؤں فرزند کا قیس کر
تصدق دیے گنج مانک گہر
کہوں یو قصا تم سنو کان دھر
بزرگاں تے یو میں سنیا سو خبر

عاشق شدن لیلی و مجنوں بایکدگر و خبر یافتن
ما در او و قید کردن لیلی را

اتھا یک تجارا اسی شہر میں[2]
نہ تھا جوڑ اس کوں کیسے دھر میں
اچھے دیس نس[3] شہ سوں ھم یار او
ھر یک رنج و راحت میں غم خوار او
زناں دونوں کیاں مل سہیلیاں ھو رھئیں
ایکس سوں وو ایک درد دل کا کہئیں
اتھی ایک دختر اسے شیر خوار
دھریا ناؤں لیلی آپس جیو کوں وار[4]

(۱) (الف) خلعتاں ـ (۲) (ی) ع . کہ تھا ایک تجار اس شہر میں ـ
(۳) (ب) (ی) اچھے رات دن ـ (۴) (ی) ع . دھریں نام لیلی
کریں بہوت پیار ـ

لیوے گود میں ہور اِس دِن بھرے
ایس نہیے حدا اُس نہ یک تل کرے
اتے دیکھ کر ہیں پکڑے قرار
نہیں تو نہ پیو دُود روے زارے زار
حسے بالپن میں سو یو خیال ہوے
جواں ہوے پر اُس کا سو کیا حال ہوے
کدھیں[1] رو، کدھیں[1] خوش ہو دیکھے اُسے
نہ لاگے کدھیں[1] بھوک ہور پیاس اُسے[2]
برس دس تلك یوں اتھا رین دِن
یو کیا خیال ہے کر نہ سمجھیا ہے کِن[3]
برس دس پچھیں شہ کَناے خوشی
بجا لیاے سنت مناے[4] خوشی
عرب تا عجم سب اکابر جیتے
سلا مہمانی سو سب کی کیتے
تماشا کِتک دھات کا ساز سوں
کَلاوَنت ناچیں کِتے، ناز سوں

---

(۱) (ج) کبھیں - (۲) (ی):

وہ ہوتا تھا خوش جب کہ دیکھے اسے
نہیں تو نہ تھی بھوک اور پیاس اسے

(۳) پیش نظر متن میں اس شعر کی ترتیب (ب) کے مطابق ہے -
دوسرے سارے نسخوں میں یہ شعر ۷۸ سے پہلے ملتا ہے -
(٤) (الف) (ی) سناے (؟) -

۸۰ پھرا لیائے سرگشت ۱، ختنا کیے
جو مُکھ پر سو موتی ، ہو تارے دیے *
سُنت خوب ہوی پر سوں مکتب کئیے ۲
معلم کوں خوب اسپ خلعت دیے
دیے کودکاں سات ہم صحبتی
انو میانے لیلی سو سابق لیی ۳
کیئے مشورت و و یکبارے ہو کر
دیکھے ایک کوں ایک بایکدگر
لیئے دل یکس کا سو یک ہات میں
اچھیں ایک ہو ، ایک کی بات میں
نظر لوح ۴ پر نا اچھے ایک تل
یکس کوں دیکھے ایک ، ہو دل بہ دل
ازل کی پٹی پر عشق کا بیاں
نہ دھرتا اچھے غیر اس باج دھیاں
و وتختی سو لیلی کے مکھ کی کرے
ونون والقلم ابرواں دیکھ پڑے ۵

(۱) (الف) شہرگشت - (۲) (ی) ع . اگے ہات شادی مکتب کیئے - (۳) (ج) ع . انو میں سولیلی بی شامل اتھی - (٤) (ب) دوج - (٥) « ن والقلم وما یسطرون » (ن ، قسم ہے قلم کی اور قسم ہے ان فرشتوں کے لکھنے کی) ' قرآن ، ٦٨ : ١ -
* تشکیل شدہ -

پڑھے مل سو دونو الف لام میم
ہوے مبتلا نت الم سوں ندیم
نہ سمجے الف قیس کوں قد بغیر
نہ لیلی وراں کس سوں کھیاے دِگر *
پڑیا دل میں العلم یک نکتۃ ١ ٩
دیکھے خال لب کا او لیلی رُخ
مدرس کہیں درس پڑھ، اُس کہے
دَرس دیکھ لیلی کا چپ ہو رہے
دَرس کا وو دَرپن ٢ سو کر یکدگر
اَپس میں اپے دیک ہوے بے خبر
یو سب طفل ٣ مکتب میں ظاہر ہوا
چھپیا راز مکتب تیں ٤ باہر ہوا
اچھیں دیس کوں خوش ہو مکتب بِھتر
چُھٹی ہوے تو جیو کوں رکھیں بندکر ٥
بدل لیویں تختیاں یکس کیاں سو ایک
کہے نس کوں حیران ہو، پھر کے دیک

(١) عربی ضرب المثل « کان العلم نکتة کثرها الجہال » (علم ایک نقطہ ہے، جاہلوں نے اسے بڑا کر دیا) ۔ (٢) (الف) دَرسن ۔ (٣) (ی) یو سب فعل ۔ (٤) (ج) کے ۔ (٥) (ی) ع :

رہیں دن کوں مکتب میں خوش سر بسر
چھٹی ہوے تو کر مصلحت یک دگر

* تشکیل شدہ ۔

یو تختی نہ میری اھے اِس شکَل
میں لیلی کے گھر جاوں تختی بدل
کریں یو ھنر او، اپس میں اپے
ھنر یو خانی میں کتے دن چھوپیں
اپے حد کودکاں رات کوں یو خبر[۲]
کھیں اپنے ماں باپ سوں کھول کر[۳]
اٹھیا سب عرب میانے یو غلبلا[۴]
یو لیلی بدل قیس مجنوں ھوا
برہ کی نشانی چھپے ناسوریں[۵]
ھوا آشکارا ھر یک دل بہ دل
یو لیلی کی ماں کوں خبر سب ھوی
آدیکھیاں نے لیانے دونوں میانے دُوی
سنی یک بہ یک یو خبر کان دھر
اندیشے کے غم میں ھوی تل اوپر[۶]
بیٹھی جا سو لیلی کے نزدیک ھو
کہی کھول دکھڑا انجھو[۶] نین رو
تری ھور مجنوں کی گھر گھر خبر
اٹھیای شہر میں اِتا شور شر

---

(۱) (ج) میرا ۔ (۲) (ج) (ی) یو خبر رات کوں ۔ (۳) (ج) (ی) ع ۔ کھیں سر بسر اپنے ماں باپ کوں ۔ (٤) (ی) ع ۔ ای بھار تو خلقت میں مضموں ھوا ۔ (٥) (ی) ع ۔ برہ کا نشان نا چھپے ایک تِل ۔ (٦) (الف) لھو؛ (ب) آنسو ۔

کری فند ایسا تو مکتب منے ۱
دیکھے کودکاں ، کہتیں ۲ وو ہر یک کنے

اگر نا اُپچی تو ہوتا بھلا
عرب میں نہ اُٹھتا یو ہرگز خلا

گئی لاج سب کُل کی اس شہر میں
تُج ایسی نہیں شوخ یک دہر میں

دیوے باج اندھارا اچھے گھر میں سانج
بُرا پُوت اُپجنا ۳ بھلا اس تیں بانج

قبیلے کوں سب بول لای ہے توں
دیے شرم کوں جگ میں کھای ۴ ہے توں

پدر سن کرے خون ناحق ترا
نہ اندازہ ہے تُج ۵ چھڑانے مرا

ہوی مبتلا قیس پر عشق تھے
خلق میانے بدنام ہوی فسق تھے

پڑے ہات حکاک کے جیوں گُہر
بغیر چھید امانت رہے کیوں گُہر ٦

---

(۱) (ج) ع ۰ کری فن تو ایسے سو مکتب منے ـ (۲) (ج) وہ کہے سب کنے ـ (۳) (الف) جننا ـ (٤) (ب) گنوائی ہے توں ؛ (ج) اٹھای ہے ـ توں ؛ (ی) کھوئی ہے توں ـ (۵) (ب) مجھ چھڑانے ترا ـ (٦) (ج) کہ کر ـ

توں گوہر امانت ہے، بکری کی بست
ہوے مول کم جب پڑے ا دست بہ دست
گُہر ان بندہ ہوے تو اے مشتری
قماش کم ہوے قیمت جو کہوائے کھڑی۲
اتا نچ نہ نیوں جانے مکتب طرف،
توں دل کی پٹی پر سوں دھو یو حرف
کری عشقبازی توں مکتب منے
نہ یو قاعدا کس بھلیاں کا سنے
یو لیلی پوچھی ماں سوں، توں کیا کہے۳
عشق ناؤں کس کا، پڑھا کتا ہے
توں سچ بول مج کوں عشق ناوں ہے
توں کم کھول مج، شہر یا گاؤں ہے
یو میوا ہے کس جنس کا، عشق کر۴
توں کم کھول منج، بول سب سر بسر۵
نہ منج مہم ہے عشق کا کام کیا
یو نیکی بسدی ہور بدنام کیا۶
سنی ماں نے لیلی سوں جب یو بیاں
رھی چپ: نہ کم کچھ، سو معصوم جاں

(۱) (ب) بھرے۔ (۲) ع۔ (ی) قماش کم ہوا جب کہ توٹی کھڑی۔ (۳) (ب) ع۔ لیلی نے پوچھا ماں سوں توں کیا کہے۔ (۴) (ب) کچھ۔ (۵) (ب) ع۔ توں یہ کھول کم سر بسر بول مجھ۔ (۶) یہ شعر (ب) اور (ج) میں نہیں ملتا۔

و لیکن او مکتب میں جانے نہ دی
خبر هر گھڑی کی ، کری کیا سو ، لی
بچھڑ میں ، جیوں نیربن تلملے[1]
سمندر اگن میں جیوں نس دن جلے
بچھڑ یار تے اُن ورد هو رهی
نہ کھاوے نہ پیوے زرد هو رهی
اپس سروکا[2] دھیان من میں پکڑ
سرہ طوق قمری رهی او انکڑ
جیوں چکوے سوں چکوی پانی مانجھ ہے
دکھوں برہا میانے سو دن سانجھ ہے[3]
120 نہ سوے رین کوں او نہ دن کو چھ کھاے
زرد زعفراں هو ، وو لالی گنواے
که جیوں شاخ تے پات ٹُٹھ ، سُکھ رہے
یا ٹُٹھ شاخ رُکھ تھے ، اگن میں دھے[4]
برہ کے سوں تابوں تے[5] نت تاپ آے
روے رین ساری او کسوت بھگاے

---

(۱) ع ۰ (ی) بچھی نیر بن جس طرح تلملے - (۲) مطابق (د) ؛ (الف) (ب) (ج) چھپے کنج کا (؟) - (۳) سنسکرت شاعری کی روایات کے مطابق چکوا چکوی رات کو ایك دوسرے کو دیکھ نہیں پاتے ، اور تمام رات ایك دوسرے کی تلاش میں ، ایك هی تالاب پر منڈلاتے هیں - (٤) (ب) (ج) ع ۰ ٹُٹے شاخ رُکھ تھے اگن میں جرے - (٥) (ج) برہ کی نشانی هیں -

۱۳ پوچھی ماں نے ون کوں، یو کسوت کی نم

کبھی تاپ کی خوی ہے دم بہ دم[1]

کبھی آہ مارے، روے زار زار

پوچھے تو کہی، پیچھو[2] گیا ڈنک مار

کبھی کہی درد پیٹ میانے اٹھیا

کبھی کہی جو دکھ تے یو سینا پھوٹیا[3]

برہ کے درد میانے پیلی ہوی

نہ لیا تاپ غم نے او نیلی ہوی

کہ جیوں پلپلا آنب[4] پیلا سو دل

کہیے نا برہ کے شہد میانے مل[5]

برہ کا درد خورد سالی منے

بیٹھی مہٹو ہولاں کی لالی منے

بچھڑ کر سو لیلیٰ تے مجنوں چلیا

رونے تے تمک نن ہو، نم سوں کھلیا

نہ دیکھے او مکتب میں، حیران ہوے

وو حیران نس دن پریشان ہوے

الف بے سوں کیا کام اب ننج اہے

تے تپ میں، نے ثبات او ہو کر رہے

---

(۱) (ی) ع. ہے تپ کا پسینہ کہے دم بدم - (۲) (ب)
(ج) بیچھو - (۳) (ج) پکا - (۴) (ب) آنبھ - (۵) (ی)

غرض خون ہوا اُس کے سینے میں دل
گئی وہ برہ کے شہیداں میں مل

جما جیم ، حے حکم ، خے ہے خطر
دونا دال نے ذال نکتہ اوپر
رے روری ، زے رحمت نے زاری کرے
او لیلیٰ بغیر کیوں قراری دھرے
ستم سین میں ، شین شاھد اہے
صورت صاد دل میں ، ضبط ضواد ہے
طلب یار دھر طوے طالب ھوا
سنپڑ ظلم میں ظوے مظلوم ھوا
بسے دل منے عین نس دن عیاں
کرے غین ھر وقت غم کا بیاں
وفا فے ، قضا قاف ، قدرت تھے ھو
کُفر کاف دل پر نے دھویا ہے رو
زُلف[1] لام کو دیکھ ، اسلام چھوڑ
ملامت کا برقع بیٹھا[1] میم اوڑ
پَھڑے نون لیونے ناون نادر ندیم
دیکھے واؤ کھئے وائے ویلا کریم
ہے ھت پکڑ ھجر میں نت رھیا
جنم سب اسی درد میانے کھویا
کیا لام الف نے سو لازم وصال
کرے یاد او دیکھ لیلیٰ کا حال[2]

---

(۱) (الف) ھوا ؛ (ب) بھینا ۔ (۲) (ی) ع ۰ ۰
کیا لام الف نے عجب اس کا حال
تصور نہ تھا جز لیلی کا جمال

کہیا کیا ہے اب مسیح کوں مکتب سوں کام
پھڑیا سب بیلم میں، کیا والسلام ۱
۱۰۰ سلامت کا اسے مہم سرپر دھریا
حفا میں نے لے جیم اس میں بھریا
ہوا نون سا خم کے ۲ جوں ماہ نو
یو لیلی کے نیہ میں ہو مجنوں زرو
پکڑ بے قراری اندیشا کیا
بغیر دیکھے لیلی تپے ۳ ات جیا
سٹیا بھاڑ کپڑے لایا ۴ تن کوں جانٹ
جیوں دھکتے انگارے نہ جلتے ہے زاك
انکھیاں جھانپ ۵ ، اندھلا ہوا کر مکر ۶
خدا دے دلاوے پھرے در بہ در
ایکایک وو لیلی کے در کے اوپر
پھسل کر پڑیا جا گڈھے کے بھیتر ۷
دیکھی جھانك لیلی سو کھڑکی میں نے
پچھانی سو مجنوں کوں سدبد سیتے
کہتی ماں سوں، یك گدا بے بصیر
پڑیا ہے گڈھے میں او اپنے صریر

(۱) (ج) (ی) ع . بہ جز یار یہ شغل مجھ پر حرام - (۲) (الف) تن کے -
(۳) (الف) رہے تا جیا - (٤) (الف) لگا - (۵) (انف) (ج)
جھانك - (٦) (ی) ع . اوھر شام کوں بھیس اندھے کا کر -
(۷) (ج) ع . پڑیا ہے چکڑ میں پھسل سر بسر -

کھٹیے توں تو حا کاڑ اس بھیك دیوں
ثواب ھوے تُج کوں رضا تُج تے لیوں
کہی ماں ، تو حا بھیك دے ، ہے ثواب
چلی دل خوشی سوں یو سن کر جواب
۶۰ لیئی ھات میں ھات ، کاڑی بہار
گرد پونچھ مُکھ کا ، سو دیکھی دیدار ۱
ھوا عہد نو پھر قدیم یار سوں
ھوے یك دگر شاد دیدار سوں ۲
چھپا قیس پھر کر ، درس دیکھ کر
ھوا مست چُك جام تے بے خبر ۳
اتھا چٹ بئی میں رین سب نہ سوے
ندیاں پُور بہائے ، نیں نیر روے
اٹھا صبح دم وو ، پھرایا لباس
گدا ھو چلیا ، گدھر درس کی وو آس ٤
پھرے در بہ درہ ھانك مارے پُکار
درس کا بھوکا ھوں ، دِکھاؤ دیدار
کہئیے یا قتا ، یا رضا ، ھو فقیر
پکارے ، بھوکا ھوں ، رہ کا اسیر

(۱) (ن ا) ع ۔ وہ دونوں نے آپس میں دیکھے دیدار ۔ (۲) (ج) ع ۔ ھوے شاد بھو تیچ دیدار سوں ۔ (۳) (ی) ع ۔ ھوا مستیٔ چشم سے بے خبر ۔ (٤) (ی) ع ۔ گدا ھو چلیا دھر کے درسن کی آس ۔ (٥) (ی) گھر بہ گھر ۔

پچھانی بھی لیلی نے آواز تب
پکاری گدا کوں کتے[1] ناز تب
مگر مجنوں آیا کدھرں دیکھنے
اٹھی ہور کہی جا یو ماں کے کنے
پکارے بھکاری سو منگنے بدل
اپن عادت، تب بھیک دینا فضل
کہی ماں نے ، جا بھیک دے اس پکار
اوسے دوزخی خیر دینے کے آڑ[2]
چلی خوش ہو لیلی وو دروازے تہار[3]
دیکھی دل کے درپن منے او دیدار
نین دو کتی چار ، چت چاؤ تھے
جراحت[4] ہوی دل کوں چک گھاو تھے
پلک کے دو ناوک دو نینوں سلیں[5]
او دارو تھے ہرگز نہ ہوویں بھلیں[6]
گذر یوں کرے ، لے فقیری لباس
کھڑا ئی وقت لگ او لیلی کے پاس
اٹھیا سب محلے[7] منیں شور شر
پھرا بھیس قیس آیا لیلی کے گھر

---

(۱) (ج) ابیں ۔ (۲) (ج) ع ۔ ہوے دوزخی بھیک دینے کے آڑ ۔
(۳) (ب) (ج) نہ لائی ہے بار ۔ (٤) (ج) جو راحت ۔
(٥) (الف) (ب) ع ۔ پلک کے سو ناوک دونوں دل سلیں ۔ (٦) بھلے
(٦) انفیای شکل ۔ (۷) (ج) محلات ۔

خبر جا یو لیلی کی ماں سوں کہے
رکھی دید باناں نہ آنے دیوے
تمج لوگ سب شہر کے یوں کہیں
یکس پر سو وو ایک عاشق اہیں
نہ دیں ہر گز آنے اوتھر کے ادھر
ہو مجنوں پھرے قیس سارا شہر
برانا ہو کر سٹ دیا تن کی سود
پھرے وو ہو حیراں، کھوے سود بودا[1]
ہنڈے[2] شہر میانے روے زار زار
چھورے کودکاں پیٹ گئیں مار مار
کوی ڈھیلے، کوی سنگ ماریں اسے
اپس میں اسے قیس کہئے نا کسے[3]
پکڑ بات جنگل کی پرا گک[4] تھے
لگیا دیکھنے جنگل برہ آگ تھے
جناور دیکھے آگک، گئے بھار بھاگک
ہتی ہور شرزے، چیتے، ہرن، ناگک[5]
کہے کون شرا اچایا ہے آگک
مگر اس جنگل میانے تحقیق ناگک[6]

---

(۱) (ی) ہوا مست ننگا گئی تن کی سود پھرے کو نکو او گنوا سود بود
(۲) (ب) (ج) ڈھنڈے۔ (۳) (ی) ع ۔ سمجے اپنے تن پر نہ بولے کسے۔ (٤) (د) ویتا گک ۔ (٥) (ب) (ج) ع ۔ ہتی ہور سانبھر چیتے ہور ناگک ۔ (٦) (ب) میں اٹھا ایک ناگک ۔

جناور چلے چھوڑ وطن آپنا
کھٹے اس جنگل میں یہ ہر گز رہا
ہو مجنوں یکیلا جنگل میانے رہے
درختاں سوں رو رو وو دکھ ایسا کہے[1]

خبر یافتن پدر مجنوں و تفحص کردن و آوردن
مجنوں را بہ طرف خانہ

پدر آ دیکھیا گھر میں مجنوں نہیں
پوچھا ہور کھایا پچھاڑی وہیں[2]
اٹھیا، باٹ جنگل کی لے کر چلیا
دیکھیا ایک کنج میانے مجنوں ملیا
رکھیا پاؤں پر سیس، رونے لگیا
حلیا تھا سو جنگل نغیر مہیوں[3] بھگیا
190 کہیا، کون یو یہ تج کوں دیا
مرا ملک ہور شہر غارت کیا
پوچھا مجنوں، توں کون، کہہ کھول مُج
کہیا، میں پدر ہوں، نہیں مام تُج
پدر کس کہیں، سو نہیں مُج کوں فام
کیا ناوں لیلی کا دل میں مقام
پدر سن کہیا، عشق محکم ہوا
بغیر ناوں لیلی نہیں اس دوا

(۱)(ب) ع ۔ درختاں سوں او دوکھ اپنا کہے ۔ (۲)(د) ع ۔ پوچھا تو کیا کٹے جنگل میں کہیں ۔ (۳)(ب) مینہ؟ ۔

کہیا ، چل بُلای ہے اسیلی تجھے
بلانے کوں تُج کوں سو بھیجی مجھے
سنیا قیس اسیلی کے ناؤں کا حرف
پدر سات خوش ہو چلیا ، گھر طرف
بلا تا چلا ، اسے اسی دھیان میں
متے کچ کوں لیا یا ھتنگ تہان میں *
پدر قیس اوں ماں سوں دیتا ملا
دیکھی ماں اپس کوں لوھو میں نہلا
لگی سات لگ ماں روئی زار زار
پسر کوں تج پر کیا یو قہارا ۱
نہلا سر ، پنہای سو کسوت زیبا ۲
دیکھی پوت لاغر ، پنہای قبا
صدر پر سو بسلا نے جا مہر سوں
پدر ۳ نصیحت کرے قیس کوں
پسر ، اس عمر میں بہرہ نئیں بھلا
نکو کر اپس غم تئیں مبتلا ۴

(۱) (ی) ع . کہی اے پسر کیوں ہوا بے قرار ـ (۲) (د) ع .
نہلا کر سو کپڑے پنائی زیبا ـ (۳) (د) پدر ماں ـ (۴) (د) ع .
نکو کر توں غم میں اپس مبتلا ـ * تشکیل شدہ ـ

پریشان نہ کر آپ کوں حیرانی میں
نہیں فائدا کچ پریشانی میں

عصا ہے توں پیری میں منجھ پیر کا
ہے آدھار ، زردھار کوں دھیر کا ١

میں دھرتا ہوں امید میج بعد کوں
ہوے جانشیں قیس نیک عہد توں ٢

برہ کے قفس میں نہ ہو تو اسیر
گھرت میں نہ پڑ توں یتیم و فقیر

پسر پند یو سن ، دِوانا نہ ہو
تو رسوائی میں عمر اپنی نہ کھو

توں لیلی بدل آپسیں مجنوں کیا
برہ کے پنجے میانے دل کوں دیا ٣

نہ پروا ہے لیلی کوں تیری درا
دِوانا نہ ہو قیس ، دل کوں پھرا

پدر میں ، نہ دشمن زیاں کار ہوں
پسر دل کے کانوں تے سن پند توں

نہ ہو تو دِوانا سو لیلی بدل
اِتا کیا اہے خوب لیلی شکل ٤

(١) (ب) ع . بھی آدھار نردھار گنبھیر کا - (٢) (ب) اس ٹھار توں - (٣) (الف) ع . برہ کے کوچے میں توں دل کو دیا -
(٤) (ب) (ج) ع . اِتا خوب کیا ہے لیلی کا شکل .

قبیلے میں دھونڈوں عرب روم وشام
ملاؤں توے کاج ماہ! تمام
ماریا؟ آہ مجنوں، سیا ناؤں عیر
نہیں شغل دل میں سو لیلی بغیر
پدر مج نہ کہہ پند، شرمسار ہوں ۳
زیاں کار تیرا گنہ گار ہوں
ولیکن نہ تقدیر مج ہات میں
نہیں دل ہے میرا مری بات میں ٤
دیکھیا دل میں دیپك هوا هوں ستی
برہ ہے غنی ہو رهیا لك پتی
نصیحت کے دم تیں ہوے جیو ندم
زیادہ ہو آتش پھونکے دم بدم
برہ کے اگن پر هوا پیہہ کی
خرد هوش کوں جال، سب راك کی ٥
نصیحت برہ آگ پر تیل ہے
انهی باؤ پر آگ کا کھیل ہے ٦

(۱) (د) خوباں۔(۲) (الف) کیا۔(۳) (د) ع ۔ کہ اے شہ نکو کہہ شرمسار ہوں ۔ (٤) (ی):
ولیکن نہ تقدیر مجھ هات ہے کہوں کیا میں تقدیر کی بات ہے
(٥) (ی) میں یہ شعر یوں ملتا ہے:
برہ کی اگن پھر بھڑکنے لگی
تو چھاتی بھی غم سے دھڑکنے لگی
(٦) (د) کہ جیوں باو پر آگ کا کھیل ہے ۔

نہ مُج پند ہور ننگ سوں کام ہے
بسی دل میں لیلی دل آرام ہے

نہ لیلی جدا ہے نہ مجنوں جدا
کیا میں اپس کوں اُسی میں فدا۱

ہوا مجنوں رونے میں وہیں بے خبر
چلیا نجد کے کوہ کا پنت پکڑ۲

ترانا کیا سیس۳ رونے لگیا
فراقوں نے ٹک بس دن سو دل میں ڈھکیا۴

انجھو آگ پر تیل بھڑکا کیا
جلے جیو اپس میں ختم یوں جلا

دھکے آگ من میں۵، رہیا ہو ذلیل
دھریا دھیان اپس من میں لیلی خلیل

کیا چاک۶ کپڑے، لھو نین رو
بیٹھا دل کے مقصود تھے ہات دھو

برہ کی پریشانی تے دنگ ہو
رہیا سر ملامت اپے کر ننگ ہو

بچارا پدر بہوت کیتا دوا
اثر کچھ نہ کی دیکھ عاجز ہوا۷

(۱) (ی) ع. مرا جان و دل ہے اسی پر فدا۔ (۲) (ب) میں اس شعر کے دونوں مصرعوں کی ترتیب بدلی ہوی ہے۔ (۳) (الف) سر او ؛ (د) تن او۔ (٤) (د) ع. برہ کا تخم دل میں بونے لگیا۔ (٥) (ب) میانے۔ (٦) (الف) چکاچاک۔ (۷) (د) ع. اثر نا ہوا کچ سو عاجز ہوا۔

کھیا کیا ہے تدبیر اس کام کوں
کہ مجنوں چھوڑ یا ننگ ہور نام کوں۱

رفتن بادشاہ پیش فقیر، و گفتن احوال مجنوں

سُنیا شہر میں ایک روشن ضمیر
اَتھا مرد کامل بہوت بے نظیر۲

او مشغول حق سیں اچھے رات دیس
صحیح شیخ سانچا، فقیری کا بھیس

چکھیا تھا خماری برہ جام کا
دوا بوجتا خاص ہور عام کا

پدر مجنوں کا ایک دن اُس کنے
روے ہور زاری کرے سر دُھنے

توں ہے عاشقاں کا اَپیں راہبر
مرے حال اُپرال کرنا نظر۳

میں دھرتا ہوں فرزند دل بند ایک
ہے سیدا جواں ہور صورت میں نیک

اچھے مبتلا دیس نِس۴ عشق میں
ولیکن نہ آلودہ ہے فسق میں

نہ دے جامہ رہنے وو تن کے اوپر
رووے بوند لوھو تہیں مانک گُہر

(۱) دوسرا مصرعہ مطابق (د) ۔ (۲) (ج) ع۔ ہر یک فن میں کامل بہوت بے نظیر ۔ (۳) (الف) ع۔ مرے حال بد پر کرواک نظر؛ (د) ع۔ مرے حال پر کر کرم کی نظر ۔ (٤) (ج) رین دن؛ (د) روز و شب ۔

کرو کچ ہنر جو قراری دھرے
نہ روئے ہور خوشی سوں او کسوت کرے ١
کہیا، یو ہنر سہل ہے کر توں جان
کہوں میں سو خاطر میں اپنے آن
توں لیلی کے کونچے کی مٹی منگا
نین میں پنہا ٢ اُس، نہ روئے ہو چنگا
توں لیلی کے پردے کی رسری کشا ٣
منگا ہور اس کے توں تاگے بنا
سلا کر او کسوت پنہا قیس کوں
رکھے گا نہ پھاڑے گا او بھیس کوں
پسر قیس کا سن کیتا جا دوا ٤
نہ پھاڑے، نہ روئے، او نیکا ٥ ہوا
نہ روئے کہ مت جائے سرما بہا
لگی موج غم کی تو پھوٹے رِعبا
نہ پھاڑے گریبان ہور پیرہن
رکھے تار کرنے کے جیوں سوں جتن

(١) (ی):

کرو کچھ ہنر جو یہ پکڑے قرار
رکھے تن پہ کپڑے نہ روئے زار زار

(٢) (ب) چھپنا — (٣) (ی) رسّی منگا — (٤) (ب) جب کیا یہ دوا — (٥) (ج) (د) چنگا —

نہ روو ے، نہ پھاڑے گریبان کوں
کرے یاد زلف پریشان کوں

رفتن شاہ در خانۂ پدر لیلی
برائے خواستگاری

جو دیکھیا پدر قیس کوں شرم سوں [1]
قبیلا ملا سب، چلیا نجد کوں
ولیکن او ساعت بہوت نحس تھی
دونوں میں جدائی پڑی[2] سخت تھی
شہنشہ آتے کر سنیا یوں خبر
چلیا ہونے انگے لیلی کا پدر
سنوارے صدر خوب جنت عدن
طواسیاں بچھائے زمیں کر رتن[3]
سلا کر سو پسلا تواضع کیے
رتن ہور گوہر تصدق دیے
ہوے ہم نمک[4] سب کندوری اوپر
خوشی سوں دیے پان طبقاں میں بھر
والد قیس کا ہور لیلی کا پدر
کریں بات خوش ہوے بایک دگر
پدر قیس کا یوں کہا، سچ توں مان
دھروں گنج زر ہور مانک یمان

(۱) (الف) (د) ع. دسے بہیس ظاہر شرم نٹک سوں ۔ (۲) (الف) بڑی ۔ (۳) (د) ع. طواسیاں بچھایا زمیں بھر انگن ۔ (٤) (الف) ہم نشیں ۔

تونگ بے قیاس ہور شتر بے شمار
اہے بہوت اسباب ہور جنس بار ۱

نہ زہرا ہے دشمن کوں میرے سنگات
کرے یو نچ مج سات ہو سخت بات ۲

ہے دل میں مرے مملکت سب تمام
میں دیوں قیس کوں کر لیلی کا غلام

لیلی کا پدر سن کے بولا، اے شاہ
میں رعیت ترا، ہور توں بادشاہ ۳

کیا، ہے او مجنوں بہوت بے عقل
نہ اصلا او دھرتا ہنر ہور فضل

اگر کوی بیٹھے حواس سات مل
ہووے ایک ساعت منے بے عقل

دِوانا ہوا ہے وو ویراگ ۴ میں
میں لیلی کوں کیوں کر سنوں آگ میں

نہرانا ۵، پھرے او نہ دھرتا شرم
نہ سمجھے او زن کیا، کتے کس حرم

کہیا بادشاہ توں مری بات مان
جو کچ میں کہیا سو یقین کر توں جان ۶

(۱) (د) ع. کہ لشکر کوں میرے نہیں کچ شمار۔ (۲) (د) ع کرے آج مجھ سات ہو سخت بات، (ی) ع. کرے آج سرکش ہو سختی کی بات۔ (۳) دوسرا مصرعہ مطابق (د)۔ (۴) (د) ویتاگ۔ (۵) (الف) برھنہ۔ (۶) یہ شعر صرف (د) میں ملتا ہے۔

دوانا ہوے قیس عاقل اچھے
عشق کے ہنر میں او کامل اچھے
اگر توں کہے تو بلاوں حضور
جو دیکھے اوپر جاے دل کا قصور
حرام ہے حرم اس کوں لیلیٰ وراں
نہیں تو نہیں کم ہیں یہاں دلبراں ١
حرام ہے ، سواے اُس کوں لیلیٰ کے ، نار
اگر آوے حت سیتے حور بہار٢
کہیا جا بُلاو جو دیکھوں اُسے
دیکھے پر فضل ہور ہُنر سب دسے
بلالیاے مجنوں کوں کسوت پنا
و لیکن اتھا غم سیں زخمی سینا
تو اگے اس منے آئیا او سو نیک
عجب ہو رہے لوگ سارے سو دیک
کیے سب نے تعظیم خوش ہوے کر
لے جا بیسلاے صَدر کے اوپر٣
لیلیٰ کے کوتیاں میانے کا یک کُوتا
آیا شیر غرّیں یا جیوں کر جیتا

---

(١) (ج) ع • نہیں تو بہت ہے یہاں دلبراں ۔ (٢) یہ شعر بھی صرف (د) میں ملتا ہے ۔ (٣) (ب) (ج) بہت مان دَھر ۔

پوچھیا قیس یو سگ سو کس کا اھے
کہے یوں ، او لیلی کے کھر مبانے ؛ ھے[1]
اُٹھیا مجنوں خوش ھو ، گاے جا لگے
بچھڑ بہوت دن کے ماے حیوں سگے[2]
کوتے کا رکھیا پاؤں مکھ کے اوپر[3]
انجھو روکے لاوے نتین خوں جگر
وو لیے ھات سگ کا یوں مکھ پر بھیرے
چونے کاند کوں جیوں گلاوا کرے[4]
سینے کے جراحت کوں دکھلائیا
بھرا جیب سگ نے بھلا اس کیا[5]
توں اصحابۂ کہف کا سگ سچا
اھے شر یا توں ھے شرزہ بچا
کیا بھاو[7] مجلس میں یوں قیس جب
عجب ھو رھے دیکھ پر لوگ سب[8]
پدر لیلی کا آکہیا کان سوں
کہیا ماں مرا ابوالقیس توں[9]

---

(۱) (ب) (د) ع. کہے یو لیلی کی گلی میں رھے - (۲) (ب) حوں سگے - (۳) (د) ع. رکھیا سیس، کوتے کے پگ کے اوپر -
(٤) مطابق (ب) - (۵) اس کے بعد (د) میں یہ شعر ملتا ھے :
سرانے لگیا اس کوں کئی دھات سوں
حقیقت کہ لیلی کوں دیکھیا سوں توں
(٦) (الف) بچا - (۷) (ج) بات - (۸) (ج) ع. عجب ھو رھے یو قصا سوں سب - (۹) (الف) ع. مرا بات اب سچ ھوا قیس سوں -

اگر میں لیلی کوں اُسے دیوں گا
تو لوگاں کے طعنے تھے نا جیوں گا

قبیلے تھے میرے بہوت میں شکوں
مروت تری، توڑ میں نا سکوں

میں لیلی کوں کر عقد اُس کوں جو دیوں
مُلک چھوڑ اپنا، میں پردیس لیوں

پدر قیس کا خستہ دل ہو اُٹھیا
پسر کے کٹیے دُکھ سوں سینا پھٹیا[۲]

رو رو عنات دھو یا او تدبیر سوں
کہیا، کیا ہے تدبیر، تقدیر سوں

ہو اِیا آس مطلق نہ دیکھیا دوا
بہوت درد محکم سو دل پر ہوا

پدر نت پسر کے سو غم تے چلے[۳]
برہ کے درد کوں نہ دارو چلے

قرابت قبیلے رووبں[٤] زارے زار
دیکھے حال اس کا جو، ہوے بے قرار

رفتن شاہ در کوہ بجد نزد فقیر عارف و کامل

اقارب خبر لیا کہے ایک یو
سو مشکل کُشا پیر دانا ہے او

---

(۱) (ج) تیرا - (۲) (د) ع۔ بہوت غم شہنشاہ کے دل پر ہوا -
(۳) (ج) گھلے - (٤) (د) قرابت سگل شاہ کا روے -

اچھے نجد کے کوہ و صحــرا منے
منگے خلق حاجات اس کے کنے

ملے سب اقارب کیئے اتفاق
کریں کچ دوا، قیس پکڑے قرار

پدر قیس کا ہور سارے چلے
ملا سات مجنوں کوں اس سوں ملے

کہیا باپ مجنوں سوں یوں بول کر
کہے احوال سب توں زباں کھول کر

ہرہ کے درد سیں میں ہوں بے خبر
کرو کچ ہنر، دن دن ہووے بتر

دعا یوں کرو شاہ میرے بدل
تماری دعا کوں دیا حق فضل

نہ جاوے محبت لیلی کی میٹھی
زیادہ ہوے دن بہ دن چٹ پٹی

پدر سن یو مجنوں تے رونے لگیا
اپس تن کوں انجھواں سوں دھونے لگیا

کہیا، اے پدر چھوڑ دے منج خیال
تجھے ۱ منج پچھیں توں نہ ہو پائمال ۲

---

(۱) (د) تجی - (۲) (ی) ع • عبث میرے پیچھے نہ [illegible]

برہ بان کاری لگیا مج سینے
سو سوں دکھ آیس میں، کہوں کس کنے
ہوا قوت میرا سو خون جگر
روؤں، نیر پیوؤں نت جام بھر [1]
میہوں کا منڈاسا کیا سر اوپر [2]
سٹیا [3] دھوپ کا پیرہن سر اوپر [4]
اوڑھیا تھنڈ کی چادر سو سر تاؤں لگ
تو لیلیٰ کے بیم میں رہیا ہوں بلگ
فکر چھوڑ میری، نہ کر کچ دوا
توں یوں جان فرزند نہ مج کوں ہوا
توں اس بات اے شہ اب مج کوں چھوڑ [5]
موے کے پچھیں ناوے کوی کس کے گور
پدر سوں کہیا ہور خوشی سوں چلیا [6]
جناور جنگل کیاں میں جا کر ملیا
پھر آیا پدر مجنوں کا گھر منے
رہیا پھر دَرد کے سو دھڑ کے منے [7]

---

(۱) (ی) ع . پیوؤں نیر آنسو کا نت جام بھر۔ (۲) (د) ع . مجھے کانٹیکوں کسوت انی دستار زر۔ (۳) (ب) (ج) پہنا۔ (٤) (ف) ع . کیا دھول کا پیرہن سر اوپر۔ (٥) (ی) تو چل بات سبھی مرا پنت چھوڑ۔ (٦) (د) ع . اتی بات کر کر جنگل میں چلیا۔ (٧) یہ شعر صرف (الف) میں ملتا ہے۔

داستانِ ابن السلام و خواستگاری نمودن لیلیٰ را

هوی لیلی کی چودہ برس کی عُمَر
سَبو رَن دِسے چودویں نِس چندر[1]

نَرَم بال مَفتول عنبر نشان
ختن میں اھے مشک جس کا نشان

نَین دو مولے دِسیں چَھند بھرے
سُو کا ڈور لا پاؤں پھاندا کرے

چندر ایسے مُکھ میانے اَمرت بچن
زُلف ناگ، رکھوال کرتا حسن

اھے بینی جیوں سدّ اسکندری
بحر حسن میں پُل سجا زرزَری

لَبَد لعل کھن سو لعاب بھرے[2]
مسوڑے کلیاں ھیں، دَسَن جیوں ھرے[3]

زنخداں منور ھے مہتاب سا
دسے مُکھ کے پانی میں گرداب سا[4]

سینے کا برن اٹھ کے کیتا سپر
جوبن دو حواھر کے ڈبے مکر

(۱) یہ شعر (الف) اور (ب) میں نہیں ملتا، (د) میں دوسرا مصرعہ یوں ھے ع۔ دسے چودویں رات میں جیوں چندر۔
(۲) (د) ع۔ لباں جیوں لباب سو امرت بھرے۔ (۳) (الف) ع۔ مسوڑے میں دنداں دسے جیوں ھیرے۔ (٤) (د) ع۔ دسے جیوں کہ پانی میں افتاب سا۔

ہے نازک کر رشتۂ عنکبوت ۱
مگس ہو کے مجنوں رہیا اس میں کُوت
ہے شمشاد قد اس دل آرام کا
ہے مجنوں کے دِل کعبے میں تھا نبسا ۲
اُٹھیا حُسن کا غوغوا ۳ جگ مَنے
اتھیا دُر امانت او درجک مَسے
اِسم نام دار ایک ابن السلام
کیا تھا اُسی شہر میانے مقام
سخاوت شجاعت منے پُر ہنر
حقیقت واسلام میں باخبر
تھا فرزند اُسے جیوں کہ گھر کا دوا
صفت سُن او لیلی کے عاشق ہوا ٤
۳۲۰ سنیا یو خبر جیوں کہ ابن السلام
پسر مبتلا ہے لیلی پر مدام
جِتا مال اسباب سب لے سنگات ٥
قبیلا ملا جیوں درختاں کے پات
لیلی کے پدر سوں وو آکر ملیا
خوشی سوں چمن میانے جیوں پھول کھیا ٦

(۱) (ی) ع. تھا لیلی کا نیہہ رشتۂ عنکبوت - (۲) (ی) ع. کہ مجنوں ہے قمری اِسی نام کا - (۳) (الف) غلغلا - (٤) یہ شعر صرف (د) میں ملتا ہے - (٥) (ب) سنگھات - (٦) (ی) ع. خوشی سے شگفتہ کہ جیوں گل کھلا -

پدر لیلی کا خوب تعظیم کر
لے جا بیسلایا[۱] صدر کے اوپر

ہوے ہم نشیں پر سو خلوت کہیا
میں دھرتا ہوں فرزند بہوت باحیا

اگر توں مہر سوں قبولے اُسے
لیلی کے مہر میں سو دیووں اسے

لیلی کا پدر سن خوشی سوں کہے
او فرزند تیرا سو میرا اہے

پھڑے فاتحا خوش ہوکر سب جنے
خبر کوی کہے جا کے لیلی کنے

یو سُن لیلی روی بہی ویتاگ سوں
جلی کوں جلاتے ہیں کی آگ سوں[۲]

نکاح باندتے کیوں سو ناحق مرا
ہے مج یار یک کیوں کروں دوسرا[۲]

---

(۱) (الف) بیٹھلایا ـ (۲) یہ دونوں اشعار صرف (د) میں ملتے ہیں؛ نسخہ (ی) میں ان دو اشعار کی جگہ ذیل کے تین اشعار ملتے ہیں :

یہ سنتے ہی لیلی نے کہا پیچ و تاب
دیا پھوڑ کر مونہہ کو اس کا جواب

مرا عقد ہرگز نہ باندھے کوی
سمجھ لیو مجھے تم کہ جیتی مُوی

سنگار اس کوں کرنے مشاطا جو آی
دی اس نے خدا اور رسول کی دُھای

عقد باند کرتے خوشیاں سون رلیاں
کھلے تھے[۱] چمن میانے دل کے کلیاں
لیلیٰ کوں مشاطا سنوارن لگی
لیلیٰ اپنے دل میں فکر سوں دھکی[۲]
انگھوٹیاں ھیلیاں و مالے بناے
لیلیٰ کھا پچھاڑی سو لھو میانے نہاے[۳]
رکھی خال رخ پر مشاطا نگار
لیلیٰ نین سوں لھو روے زار زار
کھی اے فلک کیا سو یو بے مہر
دو کھیا پر نہ کوی یوں کیا ھے قہر
کھی منتج ھے جوڑا سو مجنوں اول
طمع جیو کی نئیں، کرو آ قتل
جلوں میں جو نس دن اُسی کے فراق
میں مجنوں وراں[۴] غیر کوں دیوں طلاق
خلل ھوے جو لیاے شرک ایمان میں[۵]
دوزخ مشرکاں کے، کھیا شان میں
اھے دو میں تیسرا آنکھی میں کنکر[۶]
چھری[۷] دوی یک میان میانے نہ دھر

(۱) (ف) کھلاتے - (۲) (ف) دوکھی - (۳) (الف) (ف) ع . انگوٹھیاں کندن میریاں سر کو بھاے (؟) - (۴) (ج) بغیر ؛ (ی) سوا - (۵) (الف) ع . خلل ھولیا شرک ایمان میں -
(۶) (ب) (ج) ڈونگر - (۷) (ب) چھریاں -

سنی یو خبر ماں آی دوڑ کر
کہی: بو ہے کیا، عقل دھر کچ خبر
فضیحت کی، توں مچ خلق میں کری
آپس کوں کی رسوای میانے[1] دھری
توں دیں چھوڑ نہن پن کے باطل خیال
اپس کوں[2] نہ کر جگ مدے پائمال
سیکھنے کوی مکتب مین روزہ نماز
توں سیکھی عِشق، ہور کیتی جیب دراز[3]
لیلی آ غصے میانے ماں سو کہی
ترا جانچنا[4] آج لگ میں سہی
پدر ہور مادر سوں منج کام کیا
قبیلے میں منج ننگ ہور نام کیا
منجے کیا ہے مقصود ماں باپ سوں
پکے پھل کوں کیا کام ہے رُوك سوں
دِسے جھاڑ پر خرشہ دانیاں سوں داٹ
سو کھے پر سو جھڑ جاوے جیوں رُك سوں پات
برادر و خواھراھیں ایسے دھات
موے پر نہ آویں گے کوی کس کے ساتھ[5]

---

(۱) (الف) میں لئی۔ (۲) (الف) (ج) نہ کر آپ کوں۔ (۳) (د) زباں کی دراز۔ (٤) (ی) جانچنا۔ (۵) (ب) ع۔ موے پر نہ کوی آوے کِس کے سنگات۔

کرے 'در صدف میانے کوی دن مقام
گراهك۱ ماہے پر صدف سوں نه کام

کہوں بات دل کی اے مادر تجھے
قیامت کا جوڑا ھے مجنوں مجھے

مست بہوت کر کر تھکی ھو رھی
آپس میں آپے غصے سوں آ دھی۲

ظالم سوں لیے جا تخت۳ پر بیسلاے
ملا لیاے شوھر۴ لیلی' سوں ملاے

ھوا ھم نشیں، ھور سٹیا بند په ھات۵
ماری موں په تفراق ھور لات سات۶

کر سویں سوں۷ باریك، پنجا تیز تر
لگی چوٹ مکھ پر، پڑیا بے خبر

جو صاحب اپیں ھو نه جا کھیا یو بر*
جھوٹا کیوں کرے تو اے نادان خر۸

(۱) (الف) گرایك - (۲) (د) ع . بہت آ کے غصے میں کچھ نه کہی -
(۳) (ج) سیج - (۴) (الف) شه کوں - (۵) (ب) (ج) پاؤں په
ھات؛ (د) ع . ھو ھم صحبتی سینے پو بہایا ھات - (۶) (ی) :
ھوا ھم نشیں ھور لگایا جو ھات جھڑك دے کے ماری وہ تمراق لات -
(۷) (د) بال سے - (۸) (ی) میں اس شعر کے بعد یه دو اشعار ملتے ھیں:
سو جھلا کے یوں بول بیٹھی اُسے لگا ھات توں یاں سمجھ کر کسے (؟)
چکھا نیں امانت سو جس کا ثمر تو جھوٹا کیا چاھتا ھے مکر -

* تشکیل شده

وصل باج دل میں او پکڑیا فراق
بہوت واز آکر سو دیتا طلاق[1]

گیا پھیر گھر کون او شرمندا ہو[2]
جتا مال اسباب سب اپنا کھو

مناجات کر حق کنے یوں کہی
آنہے دل کے مقصود، میرے بھی

آمدن پیرزن پیش مجنوں
وگفتن قصہ لیلیٰ

آی پیر زن ایک صحرا منیں
دوکھیا ہو، رڑی بیس مجنون کنیں[3]

ایسا حال تیرا ہوا کی، تون کہہ
لیلیٰ باج مجنوں ہوا دوکھ سہہ

ہوا عقد لیلیٰ کا گئی[4] رات کون
ہوا جگ میں ظاهر[5] سنیا نیٹ سو تون

او ہے عیش عشرت منے رات دیس
ہوا کی دِوانا، پھرا اپنا بھیس

ہوا عقد لیلیٰ کا، مجنوں سنیا
برہ کے اگن میں اَپس کون بھنیا

---

(۱) (ب) دیا اس طلاق۔ (۲) (الف) ع. گیا پھیر کر اس سوں رنجش ہو۔ (۳) (د):
گیا یک بڈھا کوئی صحرا منیں ٹھکیا ہور رھیا بیٹ مجنوں کنیں۔
(۴) (د) (ی) کل۔ (٥) (الف) مشہور۔

یو سن کر اُسی وقت کھوتا ۱ پران
لیلیٰ تے نہ ہوئے یو، سو کیتا گمان ۲
و لیکن صحیفہ لکھیا کر ہنر ۳
کہ تحقیق لیلیٰ کا آوے خبر
نَیَن کی سفیدی سوں کاغذ کیا
رگت دل کوں کر، تس کوں لالی دیا
دھکا من میں دیپک جلایا پیا
کیکی تیرا ہے کاجل سیاہی کیا *
لکھیا یوں صحیفہ او دلدار کوں
ہوی بے مہر ہور اغیار سوں ۴
صنم ۵ کے عہد کوں نہیں ہے وفا
زیادہ ہوئے نت جفا پر جفا
مدت ۶ حق تعالیٰ تبارک تُمن
نوا یار ہووے مبارک تُمن
نوا یار ہے کر بہوت خوب تر
نہ کرنا کلا یوں قدیم کوں بسر
ملامت خلق کے نہ سہ میں سکھیا
جنگل میں پھروں ہوں تُمن تے دُکھیا ۷

(۱) (ب) (ج) کھویا۔ (۲) (ج) ع۔ لیلیٰ تے یو ہر گز نہ ہوئے گُمان۔ (۳) (ب) (ج) ع۔ و لیکن لکھیا اِس بدل زود تر۔ (۴) (ج) توں۔ (۵) (الف) جگت۔ (۶) (ج) (د) مدد۔ (۷) (ی) ع۔ ترے غم سے میں کوہ و صحرا پھرا۔ (*) تشکیل شدہ۔

نه هوی مهربان توں مرے حال پر
تلی غم میں سینا مرا جال کر
لگی عیش عشرت میں رهے توں اگر
قدیم یار کوں بی نه دل تھے بسر
لکھیا دل منے کا حقیقتا مدعا
دیا بہوت تصدیع اب والدعا
صحیفه پٹھایا اوا قاصد کے هات ۲
زبانی کہیا یوں نه کرنا تھا گھات

فرستادن نامه از لیلی به مجنوں

دربارۂ شادی خویش

جو قاصد لکھوٹا بو اُس کوں دیا
سُنیا حو زبانی لیلیٰ سوں کہیا
لیلیٰ نے صحیفه پھڑی سر به سر
کہی یوں لکھا مُج او بر کر عُذر ۳

---

(۱) (الف) دیا بھیج نامےکو۔ (۲) (د) ع. او کاغذ دیا بھیج بڈھے کے هاتھ۔ (۳) (د):

لیلی نے پڑھی خط کے تئیں کھول کر
کہی یو لکھا طعنه کر مجھ اوپر

(ی): لیلی نے سراسر جو خط کو پڑھی
تو آنکھوں سے آنسو کی برسی جھڑی۔

زرد رخ سیں کاغذ او پر سب حوال[1]
لکھی دل کے لھؤ سوں سو شنگرف لال
لکھی سر بہ سر حال سب کر عیاں
کروں کیا عیاں کوں میں پھر پھر بیاں
توں دیکھ کوہ و سبزاں کوں دل خوش کرے ۳۰۸
تماشے کے کارن توں جنگل پھرے
سبد سن کے کویل کے خاطر گاے[2]
کہے پیو پپیہا، تو سن من بھلاے
دیکھے شیر نر زے توں کھیلے شکار
بیٹھی غم کے کنج میانے ہوں دل فگار[3]
دیوے تس او پر طعنہ سچ جھوٹ سن[4]
یو سن کر ہوے درد میانے دو گن
پدر ہور مادر نہ مج بات میں
و لیکن سری شرم مج ہات میں
تمن دو تھے او پچی[5] اچھے گی جو زن[6]
تو دوجے مرد پر دھرنگی وو من
نہیں غیر دل میں سو تج باج ہور
یہی شغل من میں ہے تا لحد گور

(۱) (ی) ع. رخ زرد کاغذ پر اپنا وہ حال - (۲) (ب) جماے -
(۳) (ج) ع. بیٹھی غم کے کنج میں سو میں دل فگار -
(۴) (ج) مج اپیچ توں - (۵) (ج) (د) نپچی - (۶) (ی)
ع. ممج اس کو دو باپ کی ہے وہ زن -

تو دھو اپنے دل تھے دوی کا حرف
قیامت نزیک ہے عمر ہوے صرف

میسر ہوا نہئیں وصل گر یہاں[1]
حشر کوں ملا رب کرے شاد ماں

کہ السعی منے والاتمام[2] جان
علی اللہ ملادے تو سچ کر یو مان

۳۹۰ لکھی یو صحیفے منے سب کلام
یو رکھ دل میں مقصود بس والسلام

لیلی تھے صحیفہ جو قاصد دیا
پڑھیا مجنوں دل کھول خوش کر رھیا[3]

رکھیا سر اوپر، ہور تعویذ کیا
جتن کر رکھیا جیو سوں، جب لگن جیا

داستان رفتن اقارب نزد
مجنوں برائے دیدار

قبیلا ملا سب اپس میں آپیں
کہے ایک دن مجنوں کوں جا دیکھیں[4]

ملا سب چلے[5] کوہ کا پنت پکڑ
کوھے کوہ ڈھونڈے او، اس سر بسر[6]

(۱) (ب) تج کو یہاں۔ (۲) عربی ضرب المثل ''السعی منی و الا تمام من اللہ''۔ (۳) (ج) ہو رھیا۔ (٤) (ج) ع۔ کہے سب جنے مل سوں مجنوں دیکھیں۔ (٥) (ج) خلق (٦) (الف) ع۔ وو جا دیکھیں مجنوں کوں ہیگا کدھر۔

آیس میں کہے یو کہ مجنوں مُوا
روے ہور کہے داغِ دل پر ہوا
جو دیکھے تو بیٹھا ہے یک کنج منیں
جناور ملے ہیں سب اُس کے کنہیں
سو تا شیر پاواں پہ رکھ سیس اپن
چیتے، ریچھ، سانبر، کولیے، ہور ہرن ۱
جناور جتے بن میں کے تھے سکل
کوی سوتا، کوی بیٹھا ہے مجنوں آ کل
بیٹھے چو گرد پاسبان ہو اُسے
بھلا دوکھ مجنوں اُنوں میں بسے
۴۰ جناور جو آدمیاں کوں دیکھ اٹ چلے
قرابت جیتے مجنوں سوں آملے
کہئے عقل ہرر فہم کھویا ہے کی
ہماری مہر دل نے دھویا ہے کی ۲
توں چل شہر میں دیکھ گلشن ہوا
کُھلے پھول بن میں ہنگام ہے نوا
توں دیکھ پھول نازک چمن مین کھلیا
زلف دھات سُنبل سوں رہے نت ملیا۳

(۱) (الف) ع۔ چیتے ہور ساپ ہور کالے ہرن۔ (۲) (ی) ع۔
وہ خویش و قرابت نے سر پیٹ کر
کہے ہم کو کیون تو کیا ہے بسر۔
(۳) (ی) ع۔
گلوں سے ہیں باغ و چمن سب ہرے
کھڑے سرو لاکھوں پرے کے پرے

سَرُو هور شمشاد هے بَن منے
گُوکے کویلاں خوش هویں مَن مسے
خوشی سوں اچھے ، جم دیکھت باغ تے
خلاصی توں پاوے برہ داغ تے
مار یا آہ مجنوں رویا زارے زار
کہوں کیا تُمہن کوں میں پھر بارے بار
کِسے مال هور ملك رب نے دیا[1]
مجھے نیہ کا درد روزی کیا
نصیحت نہ هر گز اثر مُنج کرے
ازل تھے لکھے یوں سو طالع مرے
اثر نا هووے پند کھئیں مُنج حتا
یوں جانوں که مجنوں تُمہن میں نہ تھا[2]
٤١٠ چھوڑو خیال میرا چلو اپنی باٹ
یو هم صحبتی هیں دَرد جیو سنگات[3]
سب اڑلا کو رونے لگے زارے زار
اے مجنوں کیا کی آپس کوں توں خوار[4]
اقارب بے امید هو کر پھرے
دوانے کوں پند کئیں اثر نہ کرے

---

(۱) (ج) ع ۔ کِسے اَت ملك مال هور دَهن دیا ۔ (۲) (ی) ع ۔ یہ سمجھو گویا هم میں مجنوں نہ تھا ۔ (۳) (ب) ع ۔ یو هم صحبتی کا دَرد هے حو سات ۔ (٤) یہ شعر صرف (د) میں ملتا هے ۔

مرصع ممتذب لیا کبھیں رین دے
کبھیں سور پرکاش ہو، چھبن لے
رووے رین شبنم سو موتی تمٹے
سورج دیس کوں او سو سارے لوٹیے [1]
اندھاری رَین مشك جانو بچھاے
نکل دن کا کافور اس کوں چھپاے
دیکھیا دل کے دَرپن منے یار کوں
کروں شاد دل جان، دیدار سوں
بہتر مار چھوروں رواد کیتے [2] دبال
آیا شہر میں لے گدای کا حال
دَرس کی سو دھر آس، دل میں، بھرے
ہوے وصل یا نا، فکر تے جھرے
اٹھی کھول کھڑکی [3] سو لیلیٰ نگار
یکایك دیکھی آ دریچے تے بہار
٤٢٠ کہی دل میں سچ ہے، اہے یا خیال
دیکھیا ایسے میں سو او صاحب جمال [4]
ہوی روبرو، ہور اشارت کیتی
دیکھی حال مجنون کا سُدبُد سیتی

(۱) (ج) ع۔ رین دیس کوں سب سو موتی سٹے۔(۲) (الف) (د) کرتے۔ (۳) (الف) کڑکی۔ (٤) (ی) ع۔
کہی خواب مچ کو یا ہے کچ خیال
نظر آگیا آج پھر وو جمال

پچھانیا بھی مجنوں یسے لیلی کـکر
سٹیا جیو کوں وار در تن اوپر[1]
اشارت کیتی آ چھجے کے کنے
اُتر کر ملے خوش ہو دونوں جنے
کہے بات دل کی اپس میں اپے
کتے دن بغیر وصل دونوں تپے؟
لیلیٰ بات دل کی کتھی اس کنے
مجنوں دل کے کانوں سے چپ کر سنے
لیلیٰ کھٹے نہ مج، تج وراں ہے دنیاں[2]
مجنوں اس بچن پر تھے وارے پراں
لیلیٰ کہے، توں بد حال ہو کی پھرے
مجنوں کہے، نصیبوں لکھیا ہے مرے
لیلیٰ بہوت دھاتوں سوں اُس من دھرے
مجنوں سد بسارے اپس میں اپے
لیلیٰ کہے، یو طعنے توں دینے سیکھیا
مجنوں کہے، خبر جو سنیا سو لکھیا

---

(۱) (ی) ع. تصدق ہوا دل سے در سن اوپر۔ (۲) (د):
کہے باتاں دل کے اپس میں اپیں
بغیر وصل عشاق دونوں تپیں
(۳) (ج) ہور دھیاں۔

٤٣٠ لیلیٰ کہے، پچھانیا نہیں دِل بہ دِل
مجنوں کُچ نہ کہہ اُس، رہیا ہو خجل ١
لیلیٰ بھی دِلاسا دی، لگی دھات سوں
مجنوں بھی ہوا خوش لگیا بات سوں
مجنوں عذر خواہی کیا بہوت دھات
لیلیٰ کہئے، دو دِل یِک دھاں، کیا یو بات
لیلیٰ کہئے، نہ فرصت سو ہوئیں ہم نمک
مجنوں کہے یو بس زخم قایم نمک
ہو میں جس نمک نے نمک دار ہوں
سو دونوں جہاں گرم بازار ہوں
اسی گفتگو میں دیکھیا دیدبان
آیا کھینچ کر تیغ لیئوں بران
اُچا ہات آیا، سٹوں مار کر
رہیا ہات او غیب تے وَنیں اٹکڑ
اچا ہات اٹکڑا، کہیا ہائے ہائے
کرے قصد ہر چند ماریا نہ جائے ٢
رہے ہات، گویا ازل تھے نہ تھے
اتھے تیز دندان رہے ہو کھٹے
سٹیا ہات سیں تیغ اپنا پنہان
پڑیا پاؤں آکر سو بخشو گُنان
خو

(١) (د) ع۔ نہ کہہ سکے کچھ رہا ہو کو مجنوں خجل، ـ (٢) (الف) ع۔ کروں قصد ہرچند یوں ماریا نہ جائے۔

کہیا پند مجنوں مرا بول مان
دوجے بار دل میں نہ لیا یوں گمان[1]
توں یوں جان ، کس کوی مارن سکے
چلے کُچ نہ تدبیر اُپس میں جُھکے
کہیا مجنوں ، لیلیٰ بدل بخشیا
دعا حق کنے منگ ، خلاصی دیا
جو لیلیٰ نے دیکھی ، یو ، اپنی نظر
ہوا عشق دُونا سو مجنوں اوپر
جدا ہو چلیا مجنوں ، صحرا طرف
رووے دیکھ لیلیٰ ، کرے جیو صرف
جنگل میں رہے نت بیابانی ہو
کہے دُوکھ اپنا سو ڈُونگر سوں رو[2]

داستان آمدن شاہ نوفل براے شکار
و آگاہ شدن از احوال مجنوں

آیا شاہ نوفل سو کھیلن شکار
دیکھیا مجنوں کوں جو بیٹھیا دل فگار[3]
پوچھیا کون توں اِس جنگل میں بسے
کہیا حال مجنوں سو کھول آپ اُسے

---

(۱) (ج) ع دوجے مارنے دل میں نا دھر گماں‘۔ (ی) ع. دوبارہ مارے پر نہ ہو بدگماں (۲) (ی) ع . کہے اپنا دکھ او درختوں سے رو۔ (۳) (ج) ع . دیکھیا کیا سو مجنوں اپس دل فگار ۔

سُنیا شاہ نوفل جو مجنوں کا حال
رو رو کر کیا حال سب پائمال[1]
او بی برہا میانے اتھا مبتلا
زُلف کے قلابے میں سنپڑیا گلا
۴۰۰ عشق کے کوچے میں اتھا اُس گزر
تو دھرتا اتھا عاشقاں کی خبر
کہیا گنج زر میں خزینہ دھروں
ترے کاج لئی[2] سب تصرف[3] کروں
رقعہ بھیجوں اوّل میں تدبیر کر
ملاوں تجھے لیلیٰ سوں ہر ہنر
کہیا مجنوں تقدیر کوں نہئیں دوا
میں یو جان ستمیں دوانا ھوا
یو سُن شاہ نوفل غُصے سوں دُوکھیا
بُلایا دبیر کوں صحیفہ لکھیا
لکھیا، دیو لیلیٰ کوں مجنوں بَدل
نہیں تو کروں سب قبیلا قَتَل[4]
پدر لیلیٰ کا یوں کَہیا، میں نہ دیوں
دیوں جیو اپنا، یاہ تُج جیو لیوں

(۱) (الف) ع. انہو رو کیا کپڑے سب تن کے لال۔ (۲) (د) واسطے۔ (۳) (ب) تصدق۔ (۴) (د):
لکھیا یوں، دے لیلی کے تئیں عقد کر
وگر نئیں تُمن کوں سٹوں قتل کر۔
(۵) (ب) هور۔

سُنیا شاہ نوفل، کہیا، دیوں سزا
کہیا مجنوں کوں یوں، توں دے منج رضا ۱
ہوا شاد مجنوں دعا یوں کہیا
فتح ہوئے تم کوں، خدا حس دیا
کیا کوچ شاہ، ہور چلیا لے کٹک ۲
لیلیٰ کے پدر کوں بلایا نٹک
توں لیلیٰ کوں مجنوں سوں دے عقد کر
نہیں تو لے جاوں سبی بند کر ۳
کَٹَک ۴ بہار دونوں لے آئے بہ جنگ ۵
کہڈیڑیا ۶، پکڑ بند، نہ کیتا درنگ
لیلیٰ کوں پکڑ، بند کر، لے چلیا
مجنوں شاد جیوں گل چمن میں کُھلیا
جو نوفل دیکھا لیلیٰ کوں بھر نظر
ہوا مبتلا دل سوں لیلیٰ اوپر
کہیا، مجنوں کوں گر اُسے دیوں گا
تو میں بے قراری سوں نا جیوں گا ۷
کروں عقد، ہور اُس دھروں مج کنے ۸
دیوں زہر مجنوں کوں شربت منے

---

(۱) (ی) ع. سو مجنوں سے اس دم وہ چاہا رضا۔ (۲) (د) کٹک۔
(۳) (د) نہیں تو لے جاوں گا میں لڑ جھگڑ۔ (۴) (الف) کُٹنبے۔
(۵) (ج) دونوں طرف آئے جنگ۔ (۶) (ج) گھڑی میں۔ (۷) (الف)
تو لوگاں کے طعنے سے نا جیوں گا۔ (۸) (ی) رکھوں عقد کر کے
میں اپنے کنے۔

کہیا بہوت شربت کرو، اسے شکر
ملاؤ زہر، یک پیالے بھیتر
ہوا مستعد ہور پیالے بھرے
پیالے کوں مجلس منے لے پھرے
پیالا دیا چوک۱ نوفل کے ہات
پیا زہر شربت، کیا اپنی گھات۲
او مجنوں کے کارن۳ جو کھودا کُوا
پھسل پڑ، اپن ڈوب اس میں مُوا۴
۴۷۰ آیا باپ لیلیٰ کا خوش ہو بہت۵
لے جایا او لیلی کوں گھر کوں تُرت۶
ہوا خستہ دل مجنوں رونے لگیا
بُجھا تھا اگن، پھر سو بھڑکا دِیا
چلیا پھر صحرا طرف اوٹھ کر
بیابانی ہو کر پھرے ہر کیدھر
اتھا باغ یک خوب جنت شَکل
گیا مجنوں اُس کے تماشے بَدل
دیکھے خوب گلشن میں نادر او پھول
کرے یاد لیلیٰ کوں جائے سُودہ بھول

---

(۱) (ی) بھول۔ (۲) (د) ہوی اس پو گھات۔ (۳) (د) واسطے۔
(۴) (د) پھسل کر کوے میں اپیں ڈوب موا۔ (۵) (ج) زرف۔
(۶) (ج ا ع ۰ لے جاوں میں لیلی کوں اپیں گھر طرف۔

کھلے پھول بن میانے نادر[۱] کلیاں
بھنور اس اوپر خیال کرتا رلیاں
دیکھے پھول بٹ موگرا بن میں
کرے یاد موھن نین من منے
پھولے پھول سنبل زلف دھات ہو
دیکھے خوش ھو مجنوں ، رھے آپ کھو
دیکھے پھول نورس کا نو رنگ سوں
لبد یاد سوں خوش کرے جیو کوں[۲]
کنول کیاں کلیاں دیکھ سرور بھیتر[۳]
جو بن دھات اس دیکھ رھے خوش ھو کر[٤]
جو شمشاد دیکھے تو قد یاد آے
سرو کے لطافت منے تمن کماے
پھرے باغبان ایک اس بن منے
یکایک او آیا سرو کے کنے
کڑاڑی[٥] سو لے ھات میں باغبان
توڑے سرو کوں ، مجنوں کیتا[٦] تمناں
کہے مجنوں یو جھاڑ ھے خوش شکل
شباھت ھے محبوب کے قد بدل[۷]

(۱) (ب) نازک ۔ (۲) (الف) ع . کرے جیوں کوں خوش لبد تنگ سوں ۔(۳) (د) پانی بھیتر ، (ی) تالاب میں ۔ (٤) (ی) ع . کچیں یاد کر ڈوبے گرداب میں ۔ (٥) (ب) (ج) (د) کھوھاری ۔ (٦) (د) کرتا ۔(۷) (ب) کی بے بدل ؛ (د) ع . شباھت میں محبوب قد سانول ۔

نکو توڑ توں ، چھوڑ دے اس خیال
اہے جھاڑ نادر ، نہ کر پائمال
مجنوں باغباں سوں کرے رَد بَدل
کہے باغباں ، بات توں سُن اول
اہیں طفل دو چار ہور زن بُھوکی ۱
توڑوں اس سَرُوکوں او ہوویں سُکھی ۲
توں جا باٹ اپنی ، نہ پڑ اس خیال
بھوکے تین دن کے جو کھاویں حلال ۳
یو ہے مال میرا ، میں توڑوں اَول
توڑوں ہور بھوڑوں حلانے بَدل
سُنیا اُس تے مجنوں اَپس میں حلیا
سو بازو میں تے لعل اپنے کھولیا
که جیوں مشتری جوت اُس کی دِسے ٤
بلا کر سو مجنوں نے بخشیا اُسے
چھڑایا سرو کوں او آزار تھے
خلاصی دیا کھاو ، انکار تھے
اہے سرو آزاد اُس دن تھے نام ٥
بھی خوش قد کے دل کے چمن میں مقام

(۱) (ج) او سو بھوکے ۔ (۲) (ج) تو آویں ٹکے ۔ (۳) (د)
ع ۔ بھوکے تین دن پر حرام ہوے حلال ۔ (٤) مطابق (ی) ۔
(٥) (الف) (ج) قد سیں نام ۔

ھے معشوق کے قد سے نسبت جسے
چھڑانے کوں آوے، مہر ہر کسے
ھے عاجز محمد کی اُمت منے
شریک ھے سوا کاھے کی رحمت منے
گُنانگار عاجز کرے نت خطا
توں معشوق کی دوستی کر عطا
توں رحمان ھے اسم سو ھے تجھے
بخش سب امت کوں، اُنو میں مجھے
سرو کوں نہ پھل، ہور نہ پھل بار کا
ولیکن ھے معشوق قد سار کا ۲
خلاصی او پایا سو اننے بدل
یو عاجز منے نہیں هنر هور فضل
ھے اُمید تیرے کرم کی سوا
تو ایمان کا کرنے روشن دوا
۵۰۰ ھوے روشنی جگ میں بعد از وفات ۳
اندھاری لحد میانے پاؤں نجات

(۱) (ب) ھیگا۔ (۲) (ج):
سرو کوں نہ پھل پھول کچھ کام کا
ولیکن وو معشوق کے نام کا
(۳) (ب) حیات۔

راهی شدن پدر لیلیٰ به طرف قبائل خویش، و آوراه شدن شتر لیلیٰ و رسیدن او بر مقام مجنوں

لیلیٰ کا پدر سب قبیلے سنگات
چلیا قافلے میانے[1] مِل دیس رات

لیلیٰ خواب میں تھی کجاوے اوپر
شتربان رھیا تھا پچھیں چھوڑ کر[2]

چھوٹیا ھات میں تھے لیلیٰ کے مہار
چلیا اونٹھ چوک، قافلے کے بہار

بیابان پکڑیا، چلیا گاہ گاہ
کجاوا اُٹھیا پیٹھ پر ماہ کا

او جنگل سو[3] مجنوں کے رھنے کی ٹھار
لیلیٰ آوھاں نیند تھے ھوی ھوشیار

جو دیکھی تو چوندھر[4] بیابان ھے
یکیلا شُتر، نا شُتر بان ھے

زمیں آسمان ھور جنگل دِسے
کہی بات پوچھوں کہاں[5] میں کسے

یکایک اُجالا ھوا سُور تھے
دِسیا آدمی یک بہوت دور تھے[6]

---

(۱) (د) سات - (۲) (ج) بے خبر - (۳) (الف) میں - (٤) (د) چودھر - (٥) (ب) یہاں - (٦) (ی):

صبح کا اُجالا ھوا یک بیک
جو دیکھی تو آدم ھے شکلِ ملک

بکاوے سوں باھر ا دیکھی پردا کھول
ھٹك کر پوچھی اے بشر بات بول

دیکھا مجنوں پھر کر لیلی کا شکل
سورج ایك دن ، دو دِسیس کیا بدل ۲

اوحیرانگی سوں اُٹھکا ھور ھے
نیزے خاص انتاب آیا اھے

لیلیٰ نے کہی ، اے بشر ھوش دھر
جنگل میانے رھے ، کی ھوا بے خبر

نہ مجنوں پچھانیا کہ لیلی ھے یو
نہ لیلیٰ پچھانی کہ مجنوں ھے یو

لیلی نے کہئی ، میں کروں تُج سوال
توں سب بول مُج کوں سو اپنا حوال

کہیا ، ناؤں میرا اتھا قیس کر ۳
لیلیٰ کا دِوانا ھوا بے خبر

اِسا مُنْج کوں مجنوں کہیں خاص عام
کیا اس فراقوں جنگل میں مقام

بکاوے سوں لیلیٰ اُتر کر پڑی ٤
ماری آہ کگی تے جیوں بجلی پڑی

---

(۱) (الف) بکاوا چلا کر (؟) - (۲) (ی) :

تعجب ہیے محبوب کہیا آج رب
دو سورج نکلنے کا کیا ھے سبب

(۳) (ب) ع . اتھا ناؤں میرا ابوالقیس کر - (٤) (ج) ع . تو دی کھا بکاوے تے لیلی پڑی؛ (د) (ی) ع . بکاوے میں لیلی بوسن تھرتھری -

کھئی ، میں ہوں لیلیٰ تری بات میں
دِیئی جیو میرا ترے ہات میں۱
سُنیا مجنوں ، بے خود ہوا ، آہ مار
ہوا مھؤ۲ اپس میں ، اپس کوں بسار
زمیں پر پڑیا مجنوں ، ہو بے خبر
لیلیٰ آ ، اُچا سَر ، دھری ران پر۳
ہوشیاری میں آیا کَتِک وقت کوں٤
انکھیاں٥ کھول ، پوچھا کہ لیلیٰ ہے توں٦
کہے مجنوں ، یو خواب ہے یا خیال
لیلیٰ اس جنگل میانے ملنا۷ محال
توں سچ مان مجنوں ، میں لیلیٰ اہوں۸
سمندر ہو تیرے اگن میں دھوں۹
کہر ہور الماس تج ہات میں
توں حکاك ، گوھر ہے تُج بات میں

---

(۱) (ی) ع . مرا جی ہے حاصر تری بات میں ۔ (۲) (ج) (د) محوں (محو کی انفیائی شکل) ۔ (۳) (ی) ع . رکھی سر اٹھا لیلی زانو اوپر ۔ (٤) (ج) کتنے بار کوں ۔ (٥) (الف) زباں ۔ (٦) مخطوطے (ی) مین اس شعر کے بعد ایك ورق غائب ہے ۔ پھر نیا صفحہ ، پیش نظر متن کے مطابق شعر (٥٦١) سے شروع ہوتا ہے ۔ (۷) (د) آنا ۔ (۸) (ذ) لیلاج ہوں ۔ (۹) (ب) (ج) ع . ترے نیہ میں بھر میں نِس دن رہوں ۔

ایسی خوب صورت میں نا دیکھوں گا
توں سچ بول لیلیٰ میں کیوں جیوں گا
کہی لیلیٰ نے اب مِل رہینگے سدا
ہے مُج دِل میں تُج سوں نہ ہونا جدا
دونوں ایک دل ہو رہئیں ایک ٹھار
نہ جانوں تجھے چھوڑ کیوں ہوے قرار
سنیا مجنوں لیلیٰ تھے جب یو بیاں
کہیا، یو خلق میں ہوے آخر عیاں
عرب میں ملامت کریں خاص و عام[1]
کریں سرزنش سب قبیلا تمام
۵۲۰ یہی نیک[2] جو میں پدر سوں تجھے
ملاؤں لے جا تو خوشی ہوے مجھے
اگر چہ میسر ہوا نہئیں وصال
دھروں یاد دل میں سو تیرا خیال[3]
یہی خیال بس ہے میں جیوں تلک
اجل کا پیالا میں پیوں تلک
اسی دھیان میں ہوے وصل کیا عجب
مہرباں اپیں ہو و سکتا ہے اب
بٹھاوے میں پِلا، شتر کوں چلا
چھپا کر دیا قافلے میں پِلا

---

(۱) (ب) کریں طعنہ ہر خاص و عام ۔ (۲) (ب) خوب ۔
(۳) (د) ع ۔ کروں یاد دل میں سو تیرا جمال ۔

پھریا بے امیدی[1] سوں دل خستہ ہو
حیوں صیاد حیران ہوے صید کھو
ندی لگ گیا ہور پیاسا پھریا
حلق خشک رو رو نین نم کیا
سکندر مشقت سوں جا کر ظلمات[2]
ولیکن پیا نئیں او آب حیات[3]
ہوا حلق کڑوا جلے برہ لگ
نہ جاے تلخ روزی قیامت تلگ
کہے مجنوں میرا یہی حال ہے
جیوں لگ یو جیو تلخ پائمال ہے
کہے، ہور روتا او صحرا پھرے
آ بجھو سے جنگل خشک، ہریا کرے[4]
برہ کے اگن تھے سونت تلملاے
مارتا آہ، جنگل ہرا پھر جلے
دکھیا ہو، کیا جا، جنگل میں مقام
ہوے صحبتی آ اچھے، دد و دام[5]
برہا جو سہے سو وہی مرد ہے[6]
یو عاجز اُسی پاوں کا گرد ہے

---

(۱) (ج) نا امیدی - (۲) (د) ع . سکندر سو ظلمت میں پھر دیس رات - (۳) (ب) (ج) ع . نہ پی آپ آب حیوان پھرا اپنی باٹ - (٤) (ج) ع. رونے تے بیابان ہریا کرے - (٥) (ج) ع . بغیر رونے اڑلانے نیئں اُس کو کام - (٦) (الف) (ف) ع . برہا جس اہے سو وہی مرد ہے -

ہے مہمان دو دن یو دنیاں فنا
نشانی پچھیں خوب رہے تیوں جینا[1]

اجل کا پنچا[2] دھونڈتا نت پھرے
آوے تو وقت تل درنگ نا کرے

لیلیٰ ات مراقوں اپس میں جھکی
برہ کے دردتے موسمنا ذھکی

برہ کے درد تھے اوجلتی اتھی
کدھیں او نہ سکھ نیند سوتی اتھی

نپن دو وصل باج کم دن بہ دن
ھرن کے بچے جیوں پھرے یشیر بن

مجنوں باج جھوری، نہ کم کس سوں لاج*
سوکھے روکھ بن میانے جیوں نیر باج

۵۵. ھریا روکھ پیلا ہوا روز روز
برہ کی اگن دل میں پکڑے ھے سوز

برہ کا جو دکھ تھا سوئی دن سہی
جو عاشق ھوے سو پچھانے وھی

اپس میں اپے دکھ تے حیران ھو
ھوی بے خبر، ھور رھی ونچہ سو

یکایک دیکھی خواب مجنوں موا
نہ مجنوں او لیلیٰ کے دل کا دوا

---

(۱) (د) نشانی دنیا میں رہے تیوں رھنا - (۲) بھجنگ -
(*) تشکیل شدہ -

مرگٹ آی دیکھی جو مجنوں اوپر
اتھا مجنوں لیلی کے جیو کا جگر
وهیں حواب نے تاپ هوی هوشیار[1]
هوی سرخ لالی ستیں خون زار
نیں درد کا من هوے کام تھے
گلاب هو، چکیے عرق اندام تھے
برہ نے دوکھیا هو رهی رُوم رُوم
پرم تپ سوں کُنلا، کنول تن کا کُوم[2]
ضعیفی سیں تن سکھ هوا بال سا
قرآں آ کھڑیا تھا پنجا کال کا
مشاطا برہ تپ دیے مکھ سوار
هو داماد آیا اجل خواستگار
دو رخسار بھئے لعل یاقوت سار[3]
گرم تاپ سوں یوں دسے جیوں انگار
مکت چو سرا جیوں دسے اس گلے
برہ کے سو تاپاں نے آ کئے چھالے
دسے هار هیلاں[4] یوں گردن منے
برہ کے لگے کھڑکے[5] جیوں تن منے

(۱) (ج) نہ لیا حواب نے تاب هوی هوشیار۔ (۲) (ج) کنول نے سوکنولا هوا تن کا روم؛ (ی) ع. کہ جیوں بار لاوے شجر جهوم جهوم۔ (۳) (ب) (ج) زریا جڑت لعل یاقوت نگار۔ (٤) (ج) هیکل۔ (٥) (ب) (ف) گهاؤ۔

زنخدان چندر، سور ہو کر دھکیا
حیاتی کا پانی نہ اس میں رہیا [1]
لیلیٰ کا ڈوبیا جیو، اٹھیا غوغوا [2]
پدر ہور مادر کہیں واے وا [3]
آیا یاد مجنوں پھر آیا اُساس
ہوشیاری میں آ کر مُلا ماں کوں پاس
غنیمت ہے دیدار ماں سوں کہی
کروں یاد یاراں تو وَت ہے یہی [4]
خبر ہے خوشی کی، نہ کرشور شر
کہوں سو سُندیسا توں سن کان دھر
مرے کاج توں آج لگ دکھ سہی
ملامت خلق کی نہ جاوے کہی
مرے غم کے بوجے سوں ہوی توں دوتا [5]
کروں میں سُبک تج کوں مادر اتا [6]
570 دتوں کُور قُل، ہور بخش مُنج خطا [7]
آیا وقت آخر توں کر منج عطا

(۱) (ی) : وہ چاہ زنخداں جو لیلی کا تھا
کہ لبریز تھا جس میں آب حیا

(۲) (د) غُلغُلا - (۳) (د) پدر ہور مادر غم سوں روتے پلا -
(٤) (د) کروں یاد دلبر کوں وت ہے یہی - (٥) (ج) ع . مرے
غم کے پچھیں ہوی توں دوا - (٦) دوسرا مصرعہ مطابق (د) -
(۷) (ی) ع . بخش دود اور تہی جو میری خطا -

پدر سوں کہی یوں کہ منج بعد ازاں
اُچا کر لیے جا توں سو تابوت واں

شہر ووج میرا ہے حب الوطن
اسی جاے کرنا مرے تئیں دفن[1]

لیلیٰ سوں پدر یوں سُنیا بد خبر
پچھاڑی او کہا کر پڑیا بے خبر

لیلیٰ نے یوں ماں سوں کہی دل کی بات
مرا یک سندیسا ہے دلبر کے سات[2]

توں جا بول مجنوں کو میرا سلام
لیلیٰ نے کئی جا، جنگل مین مقام[3]

چھوٹی غم برہ تے، ہوی کل بہ کل
سجھ دل بہ دل ہور آ بیگ مل[4]

چلی چھوڑ دنیاں کو لیلیٰ نہ سم
جو دیکھی سو احوال، سب کھول کم

ملامت نہ سم سک چلی جگ تے دور
آی[5] پاک دامن، او گئی پاک حور

تری انتظاری[6] میں جیو کھوی ہوں
یو لیے آرزو خاک میں سوتی ہوی

---

(۱) یہ شعر صرف (د) میں ملتا ہے، اور تسلسل کے لیے ضروری ہے۔ (۲) (الف) (ب) ع۔ ہوے ایک پیغام میں دو کی گھات۔ (۳) (ب) ع۔ لیلیٰ نے جا جنگل میں کیتا مقام۔ (٤) (د) ع۔ کہ اے یار جانی توں آ بیگ مل۔ (٥) (د) اتھی۔ (٦) (د) عشق بازی۔

۵۸. اگر توں عشق میں ہے ثابت قدم
سنے پر نہ جی، بیگ آ مِل صنم ۱
توں آ بیگ اے محبتی یک کمن
جدای نہ ہوے تا قیامت دو تن
نہ ہرگز یہاں مدعی کا گزر
محبت کا مئی پی رہیں بے خبر
کلیما کھئی مجنوں کے دھیان کا
یہی شغل تھا دین ایمان کا
شکر ریز لب میانے آ، دم رھیا ۲
میٹھا جیوں شربت اجل کا پیا
ماری آہ، جیو چھوڑ، کھئی والسلام ۳
برہ کے شہیداں میں کیتا مقام
ہوا شور شر سب قبیلے منے
روے ماں اَپس کوں اگن میں بھونے ۴
پدر پھاڑ کپڑے لایا راکھ تن
فلک بے مہر نے یو پھوڑیا رتن
قبیلے میں ہر گھر میں ماتم کیے
نہ بسرے دُنیاں میانے جب لگ جیے ۵

(۱) یہ شعر صرف (د) اور (ی) میں ملتا ہے۔ (۲) (د) ع. او شکر لباں میانے آدم رھیا۔ (۳) (د) کئی آہ لیلیٰ لے مجنوں کا نام؛ (ی) سو یک آہ میں ہو گیا جی تمام۔ (۴) (د) ع. رووین آہ ماریں بڑے ہور نھنے۔ (۵) (ی) ع. نہ بھولے اُسے جب فلک او جیئے۔

پڑیا خاک پر ہور ہوا بے خبر

نہ تھا یار جنگل میں حق کے بغیر ۱

نین جوت بھر کر چلی یار کن

دیدے دو بنولے ہو دھونڈے کفن

دیکھیا روح لیلیٰ کا اپنی ۲ نظر

دیا جیو خوش حال ہو، زود تر

ادا زیا آہ، دم بھارتن سوں ہوا

تن گم ہو گیا، بوجھ جیو کا دیا

بیٹھے چو گرد اس کے آ آس پاس

جیتے شیر شرزے کریں اُس رکھاس ۳

دیا غسل پانی سوں انکھیاں کے مور

کھودا گرگ پنجاں سینے اپنے گور ۴

---

(۱) (د) ع. دیکھیا کیا کہ آئی ہے لیلیٰ مگر؛ (ی) ع. تصور میں لیلیٰ کے وہ بے خبر۔ اس کے بعد (د) میں ذیل کے تین اشعار ملتے ہیں، اور پھر شعر (۶۲۶):

دیکھا سوج لیلیٰ کوں ہو بے خبر   دیا جیو خوش حال ہو زود تر

کہا، آہ لیلیٰ، دم آخر ہوا   اوچالیس دِن گھتیں، مجنوں موا

ماں لیلیٰ کی دیکھی مجنوں کا مَرَن   گئی روتے، رہئی لیلیٰ کے گورکن

(۲) بھر کر۔ (۳) (ب) ع. جیتے شیر شرزے کھڑے آس پاس؛ (د) ع. سکل جانور بن کے ہو کر اداس۔ (۴) (ی):

دیئے غسل آنسو سے رورو ہرن

دھوے جیب سوں چاٹ سب اس کا تن

فراقوں تھے کویل ہوی جل کوئلا
روے ساختہ ہور بلبل نے آ

کھودے شیر پنجھے تے اس کا مزار
کفن کاج مکڑی بُنی اپنے تار[1]

بلا لیایے ہدہد کوں فاتہاں پڑھاے
سمندر اگر کر، اگن میں جلاے[2]

کوالے اور چغد روئے شر شور کر
ھما آ کیا چھاؤں سر کے اوپر

سیہ پوش بلبل ہو بن[3] میں بسے
ہوا دل لوہو، لال لالہ دسے

آیا قافلہ حاجیاں کا وہاں[4]
دیکھے مردہ جنگل منے ناگہاں

دیکھے مُوں جو ثابت ہے قبلے طرف
اُچا آرزو سوں کیے جیو صرف

کیے مستعد خوب اسباب ساز[5]
لے جاے قبر پاس کیتے نماز[6]

---

(۱) (د): کفن واسطے مکڑیاں نے کپڑا بنے
لگے دیکھ سارے جناور روے

(۲) اشعار، ۶۳۰ اور ۶۳۱، (الف) میں نہیں ملتے۔ (۳) (الف) غم۔ (٤) (ن) ع. نکل آئے سوداگراں کئی وہاں۔ (٥) (د) موت کا تھا جو ساز۔ (٦) ع. (ی) کیے قبر کے پاس لے جا نماز۔

پڑی بجلی اوکالی[1] مُج گھر اوپر
جلای متاع جیو کا سر بسر *

ھمن سات اتھی مل او یوسف بدن
اجل کا گُرگ آ پھاڑیا پیرھن [2]

اتھا دل چمن میں او نازک نہال
ھوا خاك در خاك اُس کا حوال [3]

انہا جس اوپر توں بھوت مبتلا
لے کر گئی اُسے آ [4]، اجل کی بلا

وَصِیَت کیئی تھی مجھے بول کر
کبھی اِس بَدل میں یو آ کر خبر

کَہیئے مجنوں، اے ماں نکو چیت بُرا [5]
توں سچ بول مجنوں کوں، بندہ ترا

کبھی میں نہ لیلیٰ کی دشمن اھوں
تجھے آزمانے بُرا تِس کہوں

توں چل روضے میں دیکھ اُس کی قبر
مجاور ھو کر مل رھیں ھم دگر

کھیا دیکھنے کی ھے طاقت کِسے
لیلیٰ نا اچھے ھور قبر وھاں دِسے [6]

---

(۱) (ج) اوکار - (۲) (ی):
جو تھی پاس میرے وہ سرو چمن ، اجل نے کیا چاك سب پیرھن
(۳) (د) تِس کا جمال - (٤) (ی) اُسے کھینچ لے گئی - (٥) (ب) نہ چپ نو رُلا - (٦) (ی) ع. نہ لیلیٰ ھو جس جاے مجنوں دِسے -
(*) تشکیل شدہ -

ماریا آہ مجنوں کرے شور شر
سنیا ہور پڑیا ونچھ ہو بے خبر[1]

ہوشیاری منے آ کیتے وقت کوں
رو رو کر کہے دکھ بیاباں سوں

کہے، جیو توں ہمدم جنم[2] منج سنگات
نکل بیگ جیو توں اسی وقت سات

کرے زاری مجنوں خوش الحان سوں
سینا تنگ ہوا، اب نکل، جان، توں

اجل کے پیادے، توں آ زود تر
بشارت مَرگ کی دے خوشنود تر[3]

کہ اس وقت اے جیو نہ کر تو درنگ
کہ جا کر ملوں بیگ دلبر کے سنگ

وَقت جیو خرچنے کا یو ہے بھلا
توں دے بار[4] اے مرگ، نہ کر کلا

---

(۱) (د):
کیا آہ مجنوں کیا دل بسر
سنیا ہور پڑیا ہوکو وئیں بے خبر
(۲) (د) (ی) اتہا ۔ (۳) (ی):
اجل کے فرشتے نہ کر اب تو دیر
بشارت دے مرنے کی ہوں جی سے سیر
(٤) (د) نہ کر بار ۔

جو معشوق سنے سو اپس جھورے
تو عاشق سنئے پر سو کیوں نا مرے[1]

سنوارے او تابوت کوں[2] خوب تر
لیے سب اقارب اپن سرا وپر[3]

لیلیٰ کوں دفن کر کے پھر آئے[4] تمام
کیتی گور کے پاس ماں نے مقام

پہنی کپڑے ماتم کے، کھو سودہ ھوش
نہ کھاوے نہ پیوے کرے لوھو نوش[5]

کرے یاد لیلیٰ کوں روے زار زار
کہی اے فلک تج نہ اصلا ھے عار

توں بھیجا اجل کی سو حس باد کو
اڑا بھای او میرے شمشاد کوں *

لیلیٰ کا اتھا نخل منج دل منیں
ملایا توں بے مہر اس گل میں[6]

---

(۱) (ی): جو معشوق ھو کر اول جی کو دے
تو سن کر بھلا کیوں نہ عاشق مرے

(۲) (د) سنوارے جنازے کے تئیں ۔ (۳) (د) لیے لوگ روتے اٹھا سیس پر ۔ (٤) مطابق (ف)؛ (الف) بھورے(؟) ۔ (٥) (د) نہ کھاوے نہ پیوے نت کرے دل خروش ۔ (٦) (د) میں اس شعر کی بجاے یہ شعر ملتا ھے:

لیلیٰ تھی مرے باغ دل کی کلی
گئی جھاڑ سے تت، زمیں میں رلی

(*) تشکیل شدہ ۔

غضب کا پنجا مار جم لے چاپا
اوناژک بدن خاک میں سب رلیا ۱

نبید لعل، ہیرے دسن، سر بسر
رہئے چھپ اوحا گور کے سنگ بھیتر

انہا تل کا دانا سو مکھ پر ترے ۲
نہ جانوں کوَن اس کوں چارا کرے ۳

تہڈی سیب، جوبن دو نارنج بہائے
ملے گور میں خاک ہو کر گئے

بیں پھول ہو، کھل رہے گور پر
دیکھے ناٹ مجنوں کی، آوے نکر

کری زاری لی ہور مناجات کھئی
مجاور ہو کر سب جنم وانچ رہئی

کیتی یاد وصیت میں لیاوے بجا
کہئی لیلیٰ سو، مجنوں کوں بولوں، مین جا

الہی ڈل بنفشہ ہو ڈلتی چلی
بیاباں میں مجنوں سوں آکر ملی

دیکھا مجنوں، دوڑا ۴ برہ کا اسیر
پوچھا، حال اے ماں ہوا کی تغئیر

کھولی کہان دکھ کی، اوماتم دکھی
سینے میں سوں گوھر برسنے لگی

---

(۱)(ب)(ج) میلیا ـ (۲)(ی) جوتہا خوش شکل ـ (۳)(ی) ع۔
اسے چک گیا آکے مرغ اجل ـ (۴)(د)(ی) روبا ـ

دفن کرے پھڑے ۱ فاتحاں سب اُسے
اسی بات جانا اھے ھر کسے
اچھے دل۲ منے جس کے نیہہ کا تُخم
کرے جھاڑ طوبیٰ کا دل میں اُگم
کتاباں اُسے شاخ کئی دھات ھو
ورق خوش نما اُس دسین بات ھو
حرف گل بنفشہ دیسے پھول بار
میوہ ہر جنس معنی سوں بار دار۳
۱٤۰ او لذت کی خوبی نہ جانے کوی
جو چا کھیا اچھے سو پچھانے وھی
نہ عاجز ھے محروم۔ شکر خدا
اھے شاعراں کے و وصف کا گدا٤
لیا حیو زیرے میں اُسی کہاں سوں
کیا شاعری میں اُسے دھیان سوں
کہے ھاتفی فارسی نظم سوں
کیا دکھنی قصا اس عزم سوں ٥

(۱) (الف) (ج) پڑھے۔ (۲) (ب) (ج) من۔ (۳) (ی) ع۔ ھراک جس کے مصرعے میں معنی کا بار۔ (٤) (ی) ع۔ کہ ھے شاعروں کی وہ صف کا گدا۔ (٥) نسخہ (ب) میں لفظ « ھاتفی » اس طرح لکھا ھے « ھاتھ می »۔ اور نسخہ (د) کے کاتب نے « ھاتفی » یا « ھاتھ می » جیسے لفظ کو اپنی دانست میں با معنی بنانے کے لیے اسے « جامی » لکھ دیا ھے۔ (د) کے مطابق شعر ھے : =

نہیں تو طبیعت میں ہوں پائمال
نہ دھرتا زباں آوری کا کمال [1]

مدد پاک پنج تن و بارا امام
مدد پیر پیراں منزہ مقام [2]

ربیع الأول مہہ مبارك نظام
ہوا دن دو شنبہ یو قصا تمام [3]

انہے دیس مولود کے باشرف
کیا نذر معنی نبی پر صرف [4]

کم ہے جامی نے فارسی نظم سوں میں ذکنی کیا قصا رنگین کوں
(الف) (ج) اور (ی) میں "ہاتھی" وضاحت کے ساتھ درج ھے -
(۱) (ی):
طبیعت کے ہاتھوں میں ہوں پائمال نہ ھے کچھ زباں آوری میں کمال
(۲) (ب) ع. مدد پیر میراں محی الدین نام؛ (ن) ع. مدد پیر میراں ھے مجھ پر مدام - اس شعر کے بعد (ج) میں ذیل کے دو اشعار ملتے ھیں:
نہیں توابتی قوت کال ھے منجے پڑھے کوں عارف تونا عیب چھپے
کیا میں یقصا سب سو تقریر خام چھ سو بیت چالیس بارا تمام
(۳) مطابق (ب) (ج) (ی)؛ (الف) میں یہہ شعر، اور بعد کے دو اشعار نہیں ملتے - (د) میں شعر اسطرح درج ھے:
ربیع الأول کا تھامہیناھور وقت شام ہوا دن دوشنبہ کوں قصا تمام
(مندرجہ بالا شعر میں "ربیع لأول" کا تلفظ "ربی لَوَل" باندھا گیا ھے) - (۴) مطابق (ب) (ج)؛ (ی):
وہ تھی رات مولود کی باشرف کیا در معنی سے حالی خزف

او معشوق عاشق میں معنا اہے
لیلیٰ ہور مجنوں بہانا اہے [1]

ہزار ہور چہل‌شش یو ہجرت کے سال [2]
ہوے پر کہیا لیلیٰ مجنوں کا حال

(۱) مطابق (ب) (ج) (ی) - اس شعر کے بعد نسخہ (ب) میں، نسخہ (ج) کی طرح اشعار کے تعداد سے متعلق یہ شعر ملتا ہے:

کہیا سب قصا میں سو تقریر خام   چہ سو بیت یکتالیس ہفتم تمام (؟)

چونکہ تعداد سے متعلق یہ شعر چہ مخطوطوں کے منجملہ صرف دو میں ملتا ہے، اور وہ بھی تعداد کے تعلق سے اختلاف کے ساتھ۔ اس لیے اسے متن میں شامل نہیں کیا گیا - (۲) (الف) ع۔ ہزار ہور چہل تھے یو ہجرت کے سال؛ (ج) ہزار ہور چہل شش تھے ہجرت کے سال۔

فرہنگ

(لیلی مجنوں از عاجز)

(الف ا)

اُپجنا: پھوٹنا، اُگنا، پیدا ہونا

اُپرال: اوپر

اپیں: / آپیں: } آپ، آپ خود

اَت: بہت زیادہ

اِتا: (۱) اتنا، اس قدر، ذرا

(۲) اب۔ فی الوقت

اجال: اُجالا، روشنی

اچانا: اٹھانا

اَدھار: سہارا

اَدیکھا: حاسد

اڑلانا: اڑانا، چلانا

اسانس: آہ، ٹھنڈی سانس

آس پھوڑنا: نا امید ہو جانا

اَقلام: قلم کی جمع

آگل: آگے، سامنے، بڑھ کر، زیادہ

اُگم: پیدائش، روئیدگی، بالیدگی

اگن: آگ

اَکیں: آگے

آمب: آم

آن بندیا گہر: گہر ناسفتہ

اَنبھ: (دیکھئے، آنب)

انجھو: آنسو

اَندھلا: اندھا

انکڑنا: اکڑنا

انگھے: / انگھیں: / انگے: } آگے

انگے ہونا: استقبال کرنا

اوچانا: (دیکھئے، اچانا)

اوکار: / اوکالی: } بے موسم، بے وقت، بے محل

اوہام: خیالات، تخیلات

(ب)

بات میں ہونا: ہم خیال ہونا، قابو میں ہونا

باٹ : واستہ

باج : بغیر

بار : (۱) باری، خدا؛ (۲) دُشوار،
دیر

بار دینا : اجازت دینا، داخل کرنا

بان : تیر

باو : ھوا

بدا ھونا : وداع ھونا، جدا ھونا

بَدَل : (۱) لیے، واسطے؛
(۲) بادل، (۳) جیسا

برن : آرائشی لباس یا زیور

برانا :
برھانا : } برھنہ

بسارنا : بھول جانا

بسلانا : بٹھانا

بکری کی بست : بیچنے کی چیز

بلکنا :
بَلکنا : } (۱) بے حد آرزو مند
ھونا، کسی چیز کے لیے
بے تاب ھونا . تڑپنا ؛

(۲) سسکیاں لینا

بول لیانا : حرف لانا، رسوا کرنا

بول ماننا : کہا ماننا

بہار : باھر

بھار : (۱) بہار؛ (۲) باھر؛
(۳) (فوج)؛ (٤) ھم وزن

بہانا : (۱) ڈالنا، بہانا، دریا بُرد
کرنا، (۲) بہانہ

بھاو کرنا : برتاؤ کرنا، وضع
دکھانا

بھرانا : (دیکھیے، بَرانا)

بھڑکا کرنا : بھڑکانا، مشتعل کرنا

بَھلیں : بَھلیے کی آنفیای شکل

بھی : پھر

بھیر : پھر، دوبارہ

بیچھو : بچھو

بیراگ : ترک دنیا . سنیاس،
ناکامی محبت کے سبب
علائق دنیوی سے
بے نیازی

بے قراری پکڑنا : بے قرار ہونا

(پ)

پپیّا : پپیہا

پٹی : تختی

پچھاڑی کھانا : پچھاڑیں کھانا

پچھیں : پیچھے ، بعد کو

پرکاش ہونا : ظاہر ہونا

پرلوک : پرائے لوگ

پڑنا : پڑھنا

پنت پکڑنا : راہ لینا

پور : طغیانی ، باڑھ

پھر آنا : لوٹ آنا ، واپس آنا

پھڑنا : (دیکھیے ، پڑنا)

پھولنا : کھلنا ، بہار پر آنا

پھرنا : واپس لوٹنا

پیچھو : (دیکھیے ، پیچھو)

پینا : پہننا

(ت)

تاپ : تپ ، جلن ، درد والم

تاپنا : تپنا ، وفور درد سے بے قرار ہونا

تٹھنا : ٹوٹنا

تجار : بڑا تاجر (ملك التجار کا مخفف)

تجارا : تاجر

تحیات : سلام و دعا

ترنگ : گھوڑا

تشریف دینا : اعزاز دینا ، تحائف دینا

تفراق : طمانچہ

تل : لمحہ

تلملنا : تلملانا ، بے چین ہونا

تواسی : قالین

تھاپ : کھم

تھرتھرنا : تھرتھرانا ، کانپنا ، کپکپانا

تھنبا : تھمنا ، قائم ہونا

تھیں : توھی

سے :
تھے :
تھیں :
تیں :
} سے

(ث)

ٹھار : جگہ

(ج)

جاچنا : (م) ظلم ڈھانا

جالنا : جلانا

جرنا : جلنا

جس : طاقت وشوکت

جن : (س) مخلوق ، انسان

جناور : جانور

جھانپنا : بند کرنا ، ڈھانکنا

جھانکنا : (م) بند کرنا

جھرنا : مرجھانا، گھٹنا ، غمزدہ ہونا

جھکنا : بڑبڑانا ، جھلانا ، برابھلا کہنا

جھورنا : (دیکھئیے، جھرنا)

جیب درازکرنا : زبان درازی کرنا

جیو : جان، جاندار ، حیوان

جیو بند رکھنا : دل گرفتہ رهنا

جیو ڈوبنا : دل ڈوبنا

جیو خرچ کرنا : جان نثار کرنا

جیو صرف کرنا : غمخواری کرنا

(چ)

چاؤ : خواهش، آرزو

چپی : یون هی ، خواہ مخواہ

چت : دل

چٹ پٹی : بے چینی

چك : آنکھ

چکاچاك : چاك چاك

چگنا : بہنا

چندنا : چاندنی

چوسرا : گلوبند، گلے کا هار

چوکنا : (دیکھیئے چکنا)

چوگرد: چاروں طرف
چوندھیر: چاروں طرف
چھاپے: چھاپے
چھوزا: لڑکا
چھوروا: لڑکا، لڑکے

(ح)

حب الوطن: وطن عزیز (؟)
حضرت: کسی بزرگ ہستی کے لیے مخاطبت کا کلمہ جو خدا کے لیے بھی استعمال ہوا ہے
حمیلی: (ع. حمائل) گلے کا تعویذ، گلے کا ہار
حوال: احوال

(خ)

خاطر کمانا: دل بہلانا
خلا اٹھنا: (ع. خلاعہ) رسوای ہونا، بدنامی ہونا
خلاصی دلانا: نجات دلانا
خماری: نشہ

خوشی گنانا: خوشی منانا

(د)

داٹ: پوری طرح بھرا ہوا، گھنا، گنجان، شدید
دارو چلنا: دوا کا کارگر ہونا
درپن: آئینہ
درس: دیدار، نظارہ
دکھنا: رنجیدہ ہونا، کڑھنا
دل به دل: سینہ به سینہ، چپکے سے
دنبال کرنا: تعاقب کرنا، پیچھا کرنا
دوج: دوسرا
دود فل کرنا: (ع. فلو) دودھ بخشنا
دہات: قسم
دھڑکا: صدمہ
دھکنا: } جلنا، مشتعل ہونا،
دھنا: } آتش بجاں ہونا
دیدبان: محافظ، چوکیدار

دِیس : دِن

(ڈ)

ڈونگر : پہاڑ

(ر)

رَتنا : سرخ رنگ میں رنگنا

ردبدل کرنا : ردوبدل کرنا ، رد وقدح کرنا

رُخن : رخ

رسڑی : رَسّی

رَکھاس کرنا : رکھوالی کرنا

رکت : } خون
رکد : }

رلنا : ہموار کرنا ، پامال کرنا ، خاک میں ملادینا

رَلیاں کرنا : عیش و مسرت کا سامان کرنا ، رنگ رلیاں کرنا

روکھ : درخت

روم : رواں

رین : رات

(ز)

زرزری : زرّین

(س)

سابق : (سبق کی بگڑی ہوئی شکل)

سار : مانند

سانج : شام

سانچّا : سچا ، صادق

سَبَد : آواز ، لفظ

سَپورن : پورا ، مکمل ، تمام ، ماہ تمام

ستمیں : ستم رسیدہ

سَرانا : سراہنا

سَرَجنا : پیدا کرنا ، بنانا

سرگشت : شہر گشت

سَرَن کرنا : پناہ میں آنا ، حلقۂ ارادت میں آنا ، تعظیم بجالانا

سرنہانا : سر سے نہانا ، طویل حمام کرنا

سرور : تالاب
سکل : تمام
سالنا : چبھنا ، کھٹکنا
سنت بجالانا : } ختنه کی رسم
سنت کرنا : } انجام دینا
سورَ : سورج
سوکا : دنباله چشم
سوین : سوی
سیبس : سر
سینا پھوٹنا : چھاتی پھٹنا

(ش)

شرم کھانا : بے عزتی کرنا ، بے آبرو کرنا
شکنا : شك کرنا ، پس و پیش کرنا ، جھجکنا
شور شر : دھوم ، چیخ پکار ، گریه وزاری ، بدنامی

(ص)

صحیفه : تحریر ، خط

(ض)

ضایان : ضائع

(ط)

طوامی : (دیکھیئے تو اسی)

(غ)

غلُلا : غلغلا
غوغوا : غوغا

(ف)

فام : فہم
فرد : تنہا ، اکیلا
فند : دھوکا ، فریب

(ق)

قراری دھرنا : قرار پکڑنا
قراری دینا : تسکین دینا
قران : نزدیك
قہار : (قہر کی بگڑی ہوی شکل)

(ك)

کاج : (۱) کام ، معامله ، تقریب ، خوشی کاموقع ؛
(۲) لیے ، واسطے

کارنے : (کارن) . واسطے

کاڑنا : نکالنا

کال:(۱) یم، موت کا دیوتا، موت؛

(۲) کالا ناگ، دشمن

کام:(س) آرزو، حسرت، جذبہ،

محبت، محبت کا دیوتا

کامن : آرزومند، مشتاق،

جذبۂ شوق سے معمور

کاند : دیوار

کبھیں : کبھی

کِتک :} کتنے، ایک، کئی، بہت
کِتیک:}

کٹک : فوج

کدھیں : کبھی

کر : کے نام سے، نامی، وجہ

سے، سبب سے

کُڑاڑی : کلہاڑی

کِس :} کسی، کوئی، کس کو
کِسے:}

کِکر : کم کر، جان کر،

سمجھ کر، وجہ سے، سبب سے

کُل : خاندان

کلاکرنا : ڈھونگ رچانا،

حیلے بہانے کرنا،

دھوکا دینا

کلاونت : رقاص یا گویا

کلما : کلمہ

کمیں :} جس میں کوئی کمی ہو،
کمینہ :} ناقص

کن : کوئی، کس نے، کون

کَن : پاس

کُنملانا : کُمھلانا

کندوری : دسترخوان، ضیافت

کنھیں :} پاس
کنتے :}

کوا : کنواں

کودی کھانا : کودنا، جست لگانا

کولا : گیدڑ

کوم : (م) کونپل

کون : کون

کھڑگ : تلوار

کھن : (۱) کان، معدن؛ (۲) ٹکڑا، حصہ؛ (۳) آسمان

کھوھاڑی : کلہاڑی

کی : کیوں

کیکی : (س) مور

(گ)

گتکا : ڈنڈا، چھڑی

گج : ہاتھی

گڈھا : گڑھا

گراھک : (س) گاھک، خریدار

گلاوا : گلابہ

گلنا : پگھلنا، گھلنا

گوتنا : گتھ جانا، اُلجھ جانا

گھڑی کھولنا : تئے کپڑے کی تہوں کو کھولنا، کسی چیز کے نئے پن کو خراب کرنا

(ل)

لانا : لگانا

لباس بھرانا، بھیس بدلنا

لد : ہونٹ

لك : لاکھ

لکھوٹا : تحریر، خط

لی : بہت

لیانا : لانا

(م)

ماس : مہینہ

مانجھ : درمیان

متا : مست

مچھی : مچھلی

مدت : مدد

مرن : موت

مستعد ہونا : کسی انتظام کا تکمیل پانا

مقتول : لیٹا ہوا

مُکت : موتی

مُکت چوسرا : موتیوں کی مالا، گلوبند

مکتب کرنا : مکتب میں بٹھانا، مکتب میں بٹھانے کی تقریب کرنا

ملانا : (۱) ملنا، (۲) اکٹھا کرنا، ساتھ لینا ، ہمراہ لینا ، مجتمع کرنا، (۳) فراہم کرنا، استحاب کرنا

من بُھلانا : موہ لینا ، رجھالینا

من گانا : دل بہلانا

منان کرنا : منع کرنا

منڈاسا : عمامہ ، پگڑی

میہمانی کرنا : مہمان رکھنا، تواضع کرنا ، میزبانی کرنا

مہو : } محو
مہون : }

میانے : میں ، درمیان ، دل

میراں : حضرت عبدالقادر جیلانی کا نام

مین : مچھلی

مینہوں : مینہ

(ن)

نپانا : پیدا کرنا

نپٹ : پوری طرح سے، حد درجہ بہت زیادہ

ندم ہونا : بے جان ہونا

نرادھار : } بےسہارا
نردھار : }

نس : رات

نوا : نیا

نول : نیا ، نوجوان ، حسین ، کمیاب ، عجیب و غریب

نہ سمجھیا : ناسمجھ ، جاہل

نیر : پانی

نیکا : اچھا ، بھلاچنگا ، خوبصورت

نیہہ : محبت

(و)

وار آنا : بیزار ہونا

واے ویلا : واویلا

وراں : (ع۔ ورا) رسوا

وُن : اُن

ویتا گے : نفرت و کراهت ،

کوفت، پریشانی کی حالت

وئیں : وهیں

(ہ)

هانك مارنا : چیخنا ، چلانا

هتنگ تهان : هاتهی کو باندهنے

کی جگه ، فیل خانه

هٹکنا : ٹوکنا ، للکارنا

ہلنا : حرکت کرنا

هلگنا : الجهه جانا ، متعلق هو جانا

مانوس هو جانا

هم نمك هونا : هم طعام هونا

همیلی : (دیکهیے حمیلی)

هنڈنا : گهومنا ، آواره پهرنا

هولنا : چهونا ، کڑونا، داخل کرنا

هوں : میں

هیا : دل

(ی)

یکٹ : تنہا

یکیلا : اکیلا

(مصنف کی دوسری کتابیں)

"روح اسلام، اقبال کی نظر میں"

شائع کردہ، انسٹی ٹیوٹ آف انڈو مڈل ایسٹ کلچرل اسٹڈیز، حیدرآباد (دکن)

۸/۱ ڈیمی سائیز صفحات، ۱۱٤، قیمت ۲ روپے

طبع دوم، شائع کردہ، صفیہ اکیڈمی، کراچی۔ قیمت چار روپے

چند صاحب رائے حضرات کے تبصرے

علامہ نیاز فتح پوری:

« تصنیف ہے جناب ڈاکٹر عمر خاں لکچرر اُردو نظام کالج حیدرآباد دکن کی۔ اقبال پر متعدد ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن اپنی نوعیت کے لحاظ سے وہ ایک دوسرے سے زیادہ مختلف نہیں ہیں۔ مصنفین نے اقبال کا فلسفہ سمجھانے میں، جس سے زیادہ تر مقصود غالباً یہ تھا کہ وہ خود کو فلسفی تسلیم کرائیں، غیر ضروری طوالت سے کام لیا ہے۔ اس لیے یہ کتاب دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کیونکہ اس کی ضخامت صرف ۱۱۲ صفحات کی ہے، اور اسی محدود گنجایش میں وہ سب کچھ کہدیا جو اقبال کے فلسفہ کے متعلق کہا جا سکتا ہے۔ باوجود مختصر ہونے کے اقبال کے سمجھنے میں اس کتاب سے بڑی مدد ملتی ہے »

(نگار، ڈسمبر ۱۹٦٤)ع

پروفیسر رشید احمد صدیقی:

« آپ اقبال کا مطالعہ بڑا وسیع اور دقیع ہے، ذوق و ذہن دونوں اعتبار سے۔۔۔: مجھے بڑی خوشی ہے کہ آپ نے اقبال کے کلام و پیام کو ہم سے بڑی محنت اور لیاقت سے روشناس کیا ہے۔ امید ہی نہیں، آپ سے استدعا کروں گا کہ اس کام کو جاری رکھیے »

نگار پاکستان:

« اقبال اُردو کا پہلا شاعر ہے جس نے ع

سوے قطار می کشم ناقۂ بے زمام را

کا دعوی کیا ہے۔ اس ناقہ بے زمام کی تفسیر میں بہت کچھ لکھا گیا ہے، اور

خدا جانے ابھی کتنا لکھاجانا باقی ہے ۔ زیر نظر کتاب جس میں مصنف نے اقبال کے نقطہ نظر سے اسلام اور روح اسلام کا تعین کیا ہے ۔ اس سلسلے میں تفسیر کی ایک اہم کڑی ہے ۔ یہ کام بہت مشکل تھا ، لیکن ڈاکٹر غلام عمر خاں صاحب چونکہ حکمت ، اور حکمت اسلامی دونوں پر دسترس رکھتے ہیں ، اس لیے وہ اس دشوار منزل سے بہ آسانی گذر گئے ہیں ۔ انہوں نے اقبال کے اسلامی موقف کی توضیح جس خوش اسلوبی سے اس مختصر سی کتاب میں کردی ہے وہ معمولی بات نہیں ۔

(جنوری ۱۹۶۵ع)

مولانا عبدالماجد دریابادی :

" اقبال کے مطالعہ سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام کا نصب العین (آئیڈیل) ایک محکم اور مستحکم شخصیت کا اثبات ہے ۔ مصنف شیشے کے جال سے اگرچہ نکل آئے ہیں ، پھر بھی شاید لاشعوری طور پر ہر گوشۂ چشم اب بھی کچھ اسی طرف ہے ۔ بہر حال تعبیر کلام اقبال کی یہ ایک دلچسپ کوشش ہے ۔ کتاب صرف اونچے تعلیم یافتہ طبقہ میں بار پانے کے قابل ہے ۔

(صدق جدید ، لکھنو) ۲۲/جنوری ۱۹۶۵ع

اقبال کا تصور عشق

شائع کردہ ادارہ ادبیات اُردو ، حیدرآباد (دکن)

۱۶/۱ کراؤن سائز ، صفحات ۱۰۴ ، قیمت ڈھائی روپے

تبصرے

مولانا عبدالماجد دریابادی :

" نظام کالج حیدرآباد کے یہ استاد اُردو صرف اقبالیات کے ماہر نہیں ، بلکہ اسلامیات و عقلیات میں بھی بالغ نظر رکھتے ہیں ۔ اس لیے انہیں حق حاصل تھا کہ ایسے نازک و دقیق موضوع پر قلم اٹھائیں ۔ چنانچہ وہ اپنے اس حق کو کام میں لائے اور دکھا دیا کہ اقبال نے فلسفہ اور قرآنیت کا ایک لطیف آمیزہ تیار کیا ہے " ۔

(صدق جدید ، لکھنو) ۷/مئی ۱۹۶۵ع

علامہ نیاز فتح پوری

" ڈاکٹر غلام عمر خاں ، نظام کالج عثمانیہ یونیورسٹی میں اُردو کے استاد ہیں ، اقبال اور اقبالیات سے خاص شغف رکھتے ہیں - اس سے پہلے ان کی کتاب " روح اسلام ۔ اقبال کی نظر میں " منظرعام پر آچکی ہے اور پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی گئی ہے -

زیر نظر کتاب میں انھوں نے اقبال کے " تصورِ عشق " کو بحث کا موضوع بنایا ہے ، اور اس سلسلے میں انھوں نے صرف یہی نہیں کہ اقبال کے سارے اُردو فارسی کلام کو نظر میں رکھا ہے ، بلکہ اقبال کے خطبات ، خطوط ، نثری کتب اور دوسرے ملفوظات کو بھی سامنے رکھا ہے ، اور دوسرے ناقدین کی طرح صرف داخلی شہادتوں پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ خارجی حالات و واقعات سے بھی استنباط نتائج کیا ہے - اس لیے وہ عشق کے سلسلے میں اقبال کے موقف و عقیدے کی تشریح بڑی خوش اسلوبی سے کر گئے ہیں -

کتاب اگرچہ مختصر ہے لیکن فاضل مصنف نے جو کچھ کہنا چاہا ہے بڑی جامعیت کے ساتھ کہہ دیا ہے اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصنف صرف فلسفہ اقبال پر نہیں بلکہ زبان و بیان پر بھی قدرت تامہ رکھتے ہیں " -

(نگار ، مارچ ۱۹۶۵ع)

پروفیسر رشید احمد صدیقی :

" آپ نے دقت نظر سے اقبال کے تصورات کا حکمائے قدیم و جدید کے افکار کی روشنی میں مطالعہ کیا ہے اور جس نتیجہ پر پہنچے ہیں اسے بڑے شرح و بسط سے پیش کیا ہے - اس گراں بہا خدمت پر آپ ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں " -

اقبال کا تصور خودی

یہ کتاب چند ماہ قبل ادارہ ادبیات اُردو حیدرآباد (دکن) کی طرف سے شائع ہو کر منظر عام پر آئی ہے -

۱۶/۱ کراؤن سائز ، صفحات ۱۶۰ ، مجلد ، قیمت تین روپے

چند فاضل قارئین کے خطوط

حافظ عباداللہ فاروقی

ام ۔ اے (فلسفہ) ، ام ۔ اے (فارسی) ،
ام ۔ اے (اسلامک اسٹڈیز) ،
ال ۔ ال ۔ بی ۔ ایڈوکیٹ ہائی کورٹ مغربی پاکستان
سکریٹری جامعہ اطہر ، لاہور

« آپ کی دو کتابیں « روح اسلام ، اقبال کی نظر میں » اور « اقبال کا تصورعشق » پڑھنے کا مجھے موقع ملا ۔ آپ کی یہ دونوں تصانیف اپنی افادیت اور جامعیت کے لحاظ سے بے نظیر ہیں ۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ » ۔

ڈاکٹر تارا چرن رستوگی

پرنسپل ، یس ۔ بی ۔ ام ۔ یس کالج ،
کامروپ ، آسام

آپ کی تصنیف موسوم بہ « اقبال کا تصور عشق » واقعی ایک گراں قدر ادبی کاوش ہے ۔ ایجاز و اختصار کے ساتھ بہت سلجھے ہوئے انداز میں آپ نے فلسفہ اقبال پر روشنی ڈالی ہے ۔ جی چاہا کہ آپ کو داد پیش کروں ۔ باور فرمائیے ، آپ کی کتاب میں نے ایک ہی دن میں ختم کرلی ۔ اب آپ کی دوسری تصانیف منگواوں گا ۔

مینا ستونتی

از

ملک الشعرا غواصی

(مرتبہ ڈاکٹر غلام عمرخاں)

سلسلہ مطبوعات « قدیم اُردو » شعبہ اُردو ، عثمانیہ یونیورسٹی

۸/۱ ڈیمی سائیز ، صفحات ۲۲ ، قیمت پانچ روپے

قطب شاہی عہد کے ملک الشعرا غواصی کی یہ مثنوی ، ہندوستان قدیم کی ایک مقبول لوک کتھا « لورک چندا » کے قصہ پر مبنی ہے ۔ اس مثنوی کا

متن نو مخطوطوں کا باہمی مقابلہ کر کے مرتب کیا گیا ہے ، اور ۱۷ صفحات کے بسیط مقدمہ کے ساتھ شائع ہوتی ہے ۔ دکنی کی دیگر مطبوعات میں اس کتاب کو اس اعتبار خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں قدیم زبان کے متن کو ایڈیٹنگ کے جدید طریقوں کے مطابق بڑی احتیاط و تفحص کے ساتھ مدون کیا گیا ہے ، اور قدیم زبان کے تلفظ کو اعراب کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے ۔ کتاب کے آخر میں تمام مشکل الفاظ کی جامع فرہنگ بھی شامل ہے ۔

حکومت آندھرا پردیش نے اس کتاب کو ۱۹۶۵ء کی منتخب کتاب کی حیثیت سے پہلا انعام دیا ہے ۔

(ملنے کے پتے)

مکتبہ جامعہ لمیٹیڈ ، دہلی ۔ ۶

مکتبہ جامعہ ، پرنس بلڈنگ ، بمبئی ۔ ۳

ایجوکیشنل بک ہاؤز ،
سول لائین ، علی گڑھ

ادبی ٹرسٹ بک ڈپو ،
جواہر لال نہرو روڈ ، حیدرآباد

نیشنل بک ڈپو ، مچھلی کمان حیدرآباد ۲

DATE DUE

This book is due on the date last stamped. An overdue charge of 10 P. will be charged for each day the book is kept over-time.